دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

VOL.No.9	مارچ/اپریل/مئی ۲۰۱۴ء	(March,April,May 2014)	Issue.No 1,2,3

مجلس سرپرستان

مرشد الامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا حسن مرچی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی — الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب — مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا محمد اختر قاسمی — مولانا یحییٰ بام — مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری
❁ حافظ عبدالستار عزیزی ❁ ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ............۱۵/روپے
سالانہ............۱۸۰/روپے
خصوصی...... ......۵۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۵۰/ڈالر

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA. Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: **09719639955**

منیجر توسیع واشاعت: قاری محمد صالحین
08859806425 / 09813806392

Monthly Nuqoosh-e-Islam,
A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
اردو زبان وادب کے ادباء	محمد مسعود عزیزی ندوی	
ملفوظات		۶
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری	مولانا محمد انوری لائل پوری	
فکرونظر		۹
خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی	
فکروعمل		۱۲
حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی......	مولانا محمد خالد صدیقی ندوی	
جائزہ		۱۶
قادیانیت اسلام کی حقانیت پر بدنما داغ	مولانا محمد فائق قاسمی، بھوپال	
دعوت دین		۱۸
علم دین کے سیکھنے کی اہمیت	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اصلاح معاشرہ		۲۷
والدین اور اولاد کے درمیان رسہ کشی	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
لمحہ فکریہ		۳۱
مسلمانوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ	مولانا مفتی محمد نسیم رحمانی	
یادرفتگاں		۳۳
تبلیغ دین جن کا رہا مقصد حیات	مولانا سید محمد ریاض ندوی	
جرأت ایمانی		۳۵
طیب اردغان کی جرأت کو سلام	مولانا فتح محمد ندوی، دہلی	
سفرنامہ		۳۸
المعہد الاسلامی مانک مئو میں حاضری	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حقیقت یاسراب		۳۹
ایران میں مہدی کا خواب	مولانا محمد جنید قاسمی دیوبند	
تجزیہ		۴۱
کلمہ توحید کی حقیقت	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات		۴۷
آپ کے خطوط	(ادارہ)	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبدالستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی // //	۲۵۰۰............
// // آخر اندرونی // //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰............
¼ صفحہ //	۴۰۰............

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زر تعاون مبلغ ۱۸۰ / روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

اردو زبان وادب کے ادباء

محمد مسعود عزیزی ندوی

اردو ایک شیریں زبان ہے، اس کے اندر جاذبیت، چاشنی دلکشی اور لچک ہے، یہ دنیا میں بولی جانے والی زبانوں میں دوسرے یا تیسرے نمبر پر ہے، اور شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا ملک ہو، جہاں پر اس کے بولنے والے نہ ہوں، اس اعتبار سے اس کو اگر پہلے نمبر پر کہا جائے تو یہ بھی صحیح ہوسکتا ہے، اردو کا کیا مطلب ہے؟ کب سے یہ رائج ہے؟ کس طرح یہ ترقی کرتی ہوئی آگے بڑھی ہے؟ امت کے کتنے جیالوں، ادباء اور علماء نے اس کے بال و پر سنوارے ہیں اور اس کی تزئین کاری کی ہے، اس کی نثری اور شعری صنفوں میں کس قدر طبع آزمائی کی ہے، یہاں تک کہ یہ پیاری اور سلیس زبان اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی اور خود ایک تہذیب بن گئی، یہ مستقل ایک تاریخ ہے، اس سلسلہ میں اردو کے بہت سے خدام اور محبین اپنے قلم کو جنبش دیتے رہے ہیں، اور اپنے افکار ونظریات کو پیش کرتے رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

دراصل آج کل زندگی کے کسی بھی شعبے کے سلسلہ میں یہ بات سامنے آتی رہتی ہے، کہ اس میں سازش کی گئی ہے، اور بلاشبہ سازشیں ہوئی بھی ہیں، اور ہوتی رہتی ہیں، لیکن چونکہ سازشوں کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی تحریکات اور سرگرمیوں کی تاریخ ہے، اس لئے مؤرخین، سیرت نگار اور اہل قلم علم دوست حضرات تمام سازشوں کو بے نقاب کرتے رہے ہیں، اور حقائق لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں، جس سے حق وباطل، صحیح وغلط اور دودھ وپانی کا صحیح امتیاز ہوتا رہتا ہے، یہ اردو زبان وادب جس کے اولین خدمت گزاروں سے لیکر اس وقت تک اس کی ترقی میں علماء کرام ہی کا اہم رول رہا ہے، بلکہ اس وقت جو صحیح زبان وادب زندہ ہے، وہ علماء کرام اور مدارس اسلامیہ ہی کے دم خم اور وجود مسعود سے ہے، جیسا کہ اس کے ابتدائی خدام میں مولوی محمد حسین آزاد، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا شبلی، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور بابائے اردو مولوی عبدالحق وغیرہم علماء کرام ہی تھے، اسی طرح اب تک اس کے صحیح خدام علماء کرام اور اہل مدارس ہی رہے ہیں، مگر یہاں بھی وہی سازش والا مسئلہ پیش آیا جیسا کہ دین وسیاست میں تفریق کردی گئی، اسی طرح ایک خاص ذہن کے تحت اس زبان کے ادباء میں ایسے بے ادب شمار ہونے لگے جو اردو سے تو واقف ہیں مگر ادیب کہلانے کے مستحق نہیں، پیش نظر تحریر میں ہم ایسے ادباء کے اسماء گرامی پیش کریں گے جنہوں نے زبان کی وہ خدمت کی جس سے زبان زندہ ہوئی، اس میں نکھار پیدا ہوا، اور یہ اپنے پیروں پر کھڑی ہوئی، ہماری یہ تحریر مثبت انداز پر ہے، ہم اس میں کسی کی نفی نہیں کریں گے، البتہ یہ ضرور بتلائیں گے کہ واقعی اردو ادب کے صحیح ادیب کون ہیں، اور ان کی اردو کے تئیں کیا کیا خدمات ہیں۔

❁❁❁❁❁ ——— ❁❁❁❁❁

اردو میں بہت سے حضرات نے شاعری کی، اور انہوں نے زبان کو ترقی دی، بعض کی شاعری خالص اسلامی اور قرآن وحدیث کی

ترجمانی اوراسلامی افکارونظریات پرمشتمل ہے،بعض کی شاعری تفریح اورطنزومزاح اورنقدپرمشتمل ہے،بعض کی ہفوات وخرافات اور بے دینی کی باتوں پرمحتوی ہے،ان سب کولوگوں نے اردو کے خدمت گزاروں میں شمار کیاہے،اسی طرح نثر میں جن حضرات نے زبان کوترقی دی ہے،ان میں بعض نے خالص ادبی شہ پارے،ادبی نثر یئے لکھے،جن میں اسلامی افکار یا انسانی زندگی کے نظریات وجود میں آئے، بعض نے ناول وافسانے لکھے،اورخوب ذہنی ورزش کی بلکہ بعض مرتبہ ذہنی عیاشی کی،وہ بھی اردو کے خدمت گزارادباءکہلائے،بعض نے فرضی کتے بلی کے واقعات،حکایات ولطائف اورتمثیلات قلم زدکیں وہ بھی ادیب ومفکرکہلائے،مگرجنھوں نے ادب کوسمجھا،ادب کوسیکھا اورسکھلایا،اورپوری زندگی ادب پرادب اسلامی کے دائرے میں لکھتے رہے،ان کا کہیں نام ونشان نہیں،وہ ساری زندگی ادب سکھلاتے رہے،ادب سے لوگوں کوروشناس کراتے رہے،مگربےادبوں نے جومجلسیں سجائیں،ان حقیقی ادباءکانام مٹانے کی کوشش کی،جس میں وہ بظاہرکامیاب ہوئے،اوریہ سلسلہ آج بھی جاری ہے،رسائل وجرائدمیں اورایوارڈوانعام یافتگان کی لسٹ میں ایسے ہی حضرات کے نام شامل ہوتے ہیں جن کواسلامی ادب سے کچھ لینا دینانہیں،بس وہ چندمقالے یاناول لکھ کرادیب بن جاتے ہیں،لیکن سچی بات یہ ہے کہ ادب کالفظ اپنے صحیح معنی اورحقیقت کے حساب سے ایسے لوگوں پرفٹ آتاہےجن کی زندگی باادب ہے،انہی کویہ لفظ سزاوار ہے،اوریہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ ادب کے لفظ میں مذہبیت اوردینداری ہے،اورجس قلم کارمیں مذہب اوردینداری نہیں وہ صحیح معنوں میں ادیب نہیں ہوسکتا۔

اس لئے صحیح ادباءوہ حضرات علماءکرام ہیں جنھوں نے خالق کائنات کے کلام قرآن مجیدکی اردوزبان میں ترجمانی کی اورتفسیرلکھی، ان حضرات نے گویاکہ اردوکومسلمان ہی نہیں بنایابلکہ سونے سے زیادہ قیمتی بنادیا،بلکہ اس سے بھی بڑھ کراس کوعالمگیرزبان بنادیا،کیونکہ انہوں نے کائنات کاعظیم سرمایہ اورآسمانی معجزہ اس زبان میں منتقل کیا،توجنھوں نے یہ کارنامہ انجام دیا،وہ صحیح معنوں میں اردوزبان کے ادیب ہیں، یا جنھوں نے حدیث کی کتابوں کی تشریح اردو میں لکھی، ان کی زبان میں بلا کی فصاحت وبلاغت،سلاست وجاذبیت اورادبیت پائی جاتی ہے، بھلاان سے بڑھ کر ادیب کون ہوسکتاہے، پھرجن حضرات نے اردو میں اسلامیات کی خدمت کی، فقہ واخلاقیات کی تعلیم پیش کی، اور اردوزبان میں تصنیفات کیں، یہ صحیح ادباء ہیں،مگرآج کل کے جینٹل مین ان حضرات کوادباءنہیں گردانتے،یاادباءکی فہرست میں ان کاشمارنہیں کرتے،حالانکہ پوری زندگی ان کی اردوادب کی خدمت میں گزرگئی۔

اس سلسلہ تحریرمیں ایسے صحیح ادباءکے اسماءاورتعارف پیش کیاجارہاہے،جنھوں نے اردوزبان وادب کی صحیح خدمت کی،جیسے حضرت شاہ عبدالقادردہلویؒ،حضرت شیخ الہندمولانامحمودحسن دیوبندیؒ جنھوں نے قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کیا،حضرت مولانامفتی محمدشفیع دیوبندیؒ،حضرت مولاناادریس کاندھلویؒ،حضرت مولاناعاشق الٰہی جنھوں نے قرآن کریم کی تفسیراردو میں لکھی،حکیم الامت حضرت مولانااشرف علی تھانویؒ جنھوں نے قرآن کریم کاترجمہ کیااورتفسیرلکھی،اورہزاروں کتابیں اردوزبان میں تصنیف کیں،حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ جنھوں نے اردو میں اہم کتابیں تصنیف کیں،علامہ شبلی نعمانیؒ جنھوں نے سیرت النبی جیسی عظیم کتاب لکھی،حضرت مولانا

محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ حضرت مولانا منظور نعمانیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا مسعود عالم ندویؒ، حضرت مولانا عبدالباری ندویؒ، حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ان کے ادیب ہونے میں کیا کمی ہے، کتنی عظیم خدمات اور تصنیفات ان کی اردو زبان میں ہیں، حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ، حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھیؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور سے بڑھ کر کون ادیب ہوسکتا ہے، جنہوں نے زبان وبیان کے ادب کے ساتھ اخلاقیات کا ادب بھی پیش کیا ہے۔

موجودہ ادباء میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، مولانا واضح رشید حسنی ندوی، مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، مولانا سید بلال حسنی ندوی، مولانا محمد اکرم ندوی، مفتی سعید احمد پالن پوری، مفتی امین احمد پالن پوری، مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا اسرار الحق قاسمی، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا ریاست علی بجنوری، مولانا ناظم ندوی، مولانا عبداللہ خیرآبادی، مفتی سلمان منصور پوری، مولانا عبدالقیوم حقانی، مولانا تقی عثمانی اور مفتی شبیر احمد قاسمی سے زیادہ کون اس وقت اردو زبان وادب کی خدمت کررہا ہے، اور نہ معلوم کتنے علماء، مدارس وکالجز اور یونیورسٹیوں میں اردو ادب کے ذریعہ اخلاقیات، اسلامیات، سیاسیات، اقتصادیات اور معاشیات کی تعلیم دے رہے ہیں، اسی طرح وہ تمام اردو رسائل وجرائد کے مدیران اور دینی سماجی، اخلاقی اور اصلاحی کتب کے مصنفین جن کے قلم سے اردو زبان کے کتب خانہ میں اضافہ ہورہا ہے اور زبان کی خدمت ہورہی ہے، یہ تمام حضرات اردو کے ادیب ہیں، اور ان کو اردو کا ادیب کہنا چاہئے، اور اس فہرست میں آپ ان تمام حضرات کو شامل کرسکتے ہیں، جو کسی بھی طرح اردو زبان وادب کو اختیار کئے ہوئے ہیں، اور اپنی تخلیقات اردو میں پیش کررہے ہیں۔

دراصل ہمیں بتلانا یہ ہے کہ صحیح ادباء کون ہیں، اور کون اردو زبان کی زیادہ خدمت کررہے ہیں اور کون صحیح ادب پیش کررہے ہیں، واقعی حضرات علماء کرام کی زندگی بھی ادب کا نمونہ ہے، ان کی زبان بھی ادب کا شاہکار ہے اور ان کی تحریر وقلم بھی ادب کا اعلیٰ مرقع ہے، یہ تحریر اس انداز پر سوچنے کے لئے اور بے دین ادباء کی سازش کو بے نقاب کرنے کیلئے ایک تمہید ہے، جس سے اس انداز پر سوچنے کا ایک رخ ملتا ہے، اب آپ اس انداز پر سوچیں اور جتنے علماء کرام ادبی خدمات پیش کررہے ہیں، سب کو امت کے سامنے پیش کیجئے، ان کی خدمات کو پیش کیجئے، اور ابھی تک آپ کی آنکھوں میں جو دھول جھونکا جارہا ہے، اس کو ہٹایئے، اور قارئین کو حقیقت سے آگاہ کیجئے، اور دوسروں کے دست نگر مت رہیئے کہ وہ آپ کو اور علماء کو ادیب کہیں، بلکہ آپ خود اعتمادی کے ساتھ اس کی دعوت دیجئے، اور حقیقی ادباء علماء کو گردانیئے، اور شاید رابطہ ادب اسلامی کی یہی سوچ ہے جس کی بنا پر وہ صحیح اہل علم ادباء کی خدمات امت کے سامنے پیش کرتا ہے۔

ملفوظات

ملفوظات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

مولانا محمد انوری لائل پوری (فیصل آبادی)

طالب جنت دراصل طالب مولاهی هے:

ایک بار کسی نے سوال کیا کہ عبادت کرنا، جنت مانگنا قرآن عزیز میں آتا ہے، لیکن بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ عبادت کرے اللہ کے لئے، نہ کہ اپنے لئے، اس میں تطبیق کیسے ہو؟ فرمایا جنت مانگنا بھی دراصل رضاء خدا ہی کا مانگنا ہے، جنت بھی تو مقام رضائے مولا ہے، اور جنت کی نعمتیں دراصل تجلیات ربانی ہی ہیں، مختلف اشکال میں اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں سکون قلب اور اطمینان صرف اللہ ہی کے نام سے ملتا ہے "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" یہی معنی تنزیہی آخرت میں لباس پھلوں اور درختوں کا پہن لیں گے، دنیا میں تو لباس اسماء اور کلمات طیبات کا پہن لیا، حدیث میں آتا ہے: "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ" اس سے جنت میں درخت لگ جاتے ہیں، جتنے چاہو درخت لگالو، بہت احادیث اس مضمون کی وارد ہیں، یہی کلمات وہاں درختوں کی شکل میں نظر آئیں گے، جو طالب جنت ہے، وہ دراصل طالب مولا ہی ہے، شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات شریفہ میں یہی لکھا ہے، اب الفاظ تو یاد نہیں رہے، حضرت قاضی ثناء اللہ نے تفسیر سورہ یوسف میں یوں ہی لکھا ہے۔

مجانست هی سے باهمی موانست هوتی هے

فرمایا بانس بریلی میں سوا سال یا کچھ عرصہ کے لئے خاں صاحب کے مدرسہ میں ان کے بچوں کا استاد بھی رہا ہوں، مصطفیٰ رضا صاحب اور حامد رضا صاحب دو بھائی تھے، مولانا احمد رضا خاں صاحب اس وقت زندہ تھے، مصطفیٰ رضا نے مجھ سے پڑھا، چونکہ بحث ومباحثہ سے میں کوسوں دور بھاگتا تھا، اس لئے میرے ساتھ کبھی مناظرہ نہیں ہوا، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مرحوم ایک دفعہ حضرت کو سنانے لگے کہ میری چونکہ لڑکی وہاں تھی، اس لئے مجھے وہاں جانا تھا، مولانا حامد رضا خان صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا، مصافحہ تو انہوں نے کرلیا، لیکن تحقیق کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ میں حبیب الرحمٰن لدھیانوی ہوں، تو فرمایا یہ تو کافر سے مصافحہ ہوگیا، میرے رشتہ دار بھی اسی محلّہ میں رہتے تھے اور اسی برادری سے تھے، انہیں سن کر بہت رنج ہوا، دوسرے روز میرا وعظ اسی محلّہ میں رکھ دیا، رات کو میں نے بیان کیا کہ قوموں نے کسی رسول برحق کی تصدیق نہیں کی، یا تو اسے خدا کہا جیسے کہ عیسائیوں نے، یا تکذیب ہی کرگئے: "مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ، اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ" اور ہم نے یوں کہا کہ جو نبی کو بشر کہے وہ کافر ہے، حالانکہ یہ صاف انکار ہے قرآن کریم کا، عقائد کی کتابوں میں لکھتے ہیں "اَللّٰہُ اَرْسَلَ بَشَرًا اِلٰی بَشَرٍ" خدا نے انسانوں کو انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا کیونکہ مجانست ہی سے باہمی موانست ہوتی ہے اور افادہ اور استفادہ ہوسکتا ہے، غرض کچھ انداز بیان ایسا القاء ہوا کہ وہ سارے لاجواب ہوگئے، اور ہمارے رشتہ دار کہتے تھے کہ مولوی حامد رضا صاحب کہتے تھے کہ بیان تو اچھا کیا، حضرت بھی بہت خوش ہوئے۔

متفق علیه مسائل اوراصولی باتیں عمده پیرائے میں بیان کرنا:

ایک دفعہ حضرت اقدس کی تشریف آوری لائل پور ہوئی تو بیٹھتے ہی

فرمایا کہ آپ کے مولوی سردار احمد بھی بریلی کو جاتے وقت اسی ڈبہ میں سفر کررہے تھے جس میں ہم تھے، ہمارے ساتھ تو انہوں نے کوئی بات الجھنے کی نہیں کی، اچھے ہی رہے، حالانکہ ہم یہاں کئی بار آئے، ہمیں خوب جانتے بھی تھے، احقر نے عرض کیا میرے تو محلّہ میں رہتے ہیں، ہمارے ساتھ بھی کبھی نہیں الجھتے، میں جو بیان کرتا ہوں کبھی مسئلہ سے باہر نہیں نکلا نہ کبھی کسی کا نام لیکر برا بھلا کہتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ میرے مدرسہ میں سینکڑوں ہی لڑکے لڑکیاں ان لوگوں کی پڑھتی ہیں، لوگوں نے میرے متعلق کہا بھی ہے کہ وہ دیوبندی ہے اور سخت قسم کا دیوبندی ہے؛ لیکن کسی کو برانہیں کہتا، مسائل بیان کرتا ہے، فرمایا ہرگز نہ الجھنا، جولوگ خواہ مخواہ الجھتے ہیں، اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اگر مقصد تعمیر ہے تو یہی طریق اسلم ہے اوراگر مقصود تخریب ہے تو خیر جس کی جو مرضی ہے کرے، آپ اس میں نہ شامل ہونا، اسی میں بھلائی ہے، تمام انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا طریق یہی ہے، مولانا ابراہیم صاحب نے فرمایا یہ تو کسی کو کچھ کہتا بھی نہیں، فرمایا بہت اچھا کرتا ہے، لوگ ماننے والے تو ہیں نہیں پھر تماشہ دکھانے سے کیا فائدہ۔

احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب دیوبند سے رخصت کرتے وقت وصایا فرمایا کرتے تھے کہ کسی سے الجھو مت، مسائل متفق علیہا بیان کرو اور اصولی باتیں عمدہ پیرائے میں بیان کرنا، انشاء اللہ مانوسیت ہوگی، پھر جب لوگوں کو مانوس کرلو گے پھر جو کہو گے مان لیں گے، ہاں مرزائیت کے متعلق خوب تاکید فرماتے تھے کہ دین کو نقصان جتنا اس فتنہ سے پہنچا ہے کسی سے نہیں پہنچا۔

سہارا لگاکر کھانا پینا خلاف سنت ہے:

حضرت اقدس فرماتے تھے کہ جس روز حضرت شاہ صاحب کا وصال ہوا، ہم سفر میں تھے، دیوبند حضرت کے جنازے پر نہیں پہنچ سکے، سنا ہے کہ صبح سویرے خلاف معمول اور خلاف عادت بچوں کے ساتھ خوب کھیلے، سب خوش تھے کہ آج بفضلہٖ تعالیٰ طبیعت اچھی ہے، بارہ بجے رات تک طبیعت اچھی رہی پھر خراب ہوگئی، پانی طلب فرمایا، خادم نے پانی دیا، فرمایا کہ مجھے اٹھ لینے دو، سہارا لگا کر کھانا پینا خلاف سنت ہے، پانی پی کر لیٹ گئے اور قبلہ رخ ہوگئے اور کچھ پڑھنے لگے، مولوی محفوظ علی صاحب کو اطلاع دی گئی وہ آئے تو حضرت فرمارہے تھے: "حسبنا اللّٰہ" پھر روح پرواز کرگئی: "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" آن کی آن میں خبر سارے ملک میں پھیل گئی، کوئی ایک بجے شب کے قریب انتقال فرمایا، جنازہ پڑھا تو بدن مبارک اس طرح نرم تھا جیسے زندہ کا ہوتا ہے، چہرہ مبارک پر انوارات کی بارش ہورہی تھی، مظاہر علوم اور شہر سہارنپور سے لوگ ہزارہا کی تعداد میں گئے، حضرت شیخ الحدیث، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ اور تمام مدرسین گئے، نماز جنازہ مولانا سید اصغر حسین صاحب نے پڑھائی، جہاں حضرت کا مزار بنایا گیا ہے وہاں بعد مغرب اکثر دیکھا گیا ہے کہ مراقب بیٹھتے ہیں، اولیاء اللہ کا اکثر یہی حال ہوتا ہے، جب رخصت ہوتے ہیں تو ایسی خوشی ہوتی ہے:

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم
راحت جاں طلبم شاداں وفرحاں بردم

بدن میں گرمی کا محسوس ہونا انوارات کی علامت ہے:

ڈھڈی ہی کا واقعہ ہے، ایک دن دوپہر کو حضرت آرام فرمارہے تھے، میں پیر دبا رہا تھا، عرض کیا تمام بدن میں ایک گرمی سی محسوس ہورہی ہے، یہ عارضی نہیں بلکہ دائمی ہوگئی ہے، فرمایا کہ اسی کو انوارات کہتے ہیں، اب آپ ذکر محض ربط قائم رکھنے کے لئے جاری رکھیں، صرف پانچ سات تسبیح کرلی اور بس! میں بھی یہی کرتا ہوں، زیادہ جہر کی ضرورت نہیں اور شغل اسی طرح جاری رہنا چاہئے۔

میں سب سے کمترین ہوں:

ایک بار رائے پور میں عرض کیا کہ ایسی حالت ہوگئی ہے کہ ہر شخص بہترین نظر آتا ہے اور اپنا آپ خراب، فرمایا یہ تو مطلوب ہے، تصوف کا منتہیٰ یہی ہے کہ اپنا کمینہ بالکل واضح ہوجائے، یہ محض قال ہی تک محدود نہ رہے بلکہ حال بن جائے کہ میں سب سے کمترین ہوں۔

آپ کی قسمت گنگوہ میں ھے:

فرمایا ہمارے حضرت پیران کلیر تشریف لے گئے، عرس پر نہیں، ویسے ہی وہاں تشریف لے گئے، فرماتے تھے کہ موسم گلابی سا تھا، سردی کا موسم نکل چکا تھا، اندر سوئیں تو مچھر کاٹتا، باہر سردی لگتی تھی، میں نے باہر صحن ہی میں فرش پر بستر لگالیا، رات میں خوب بارش ہوئی، مگر میں نے کہا کون اٹھے، رزائی صبح کو خشک کرلیں گے، جب نوافل کے لئے اٹھا تو فرش مسجد بالکل خشک تھا اور رزائی بھی خشک، یہ انوارات کی بارش تھی (روضہ مطرہ پر سلام عرض کرتے ہیں، اس وقت ایسے انوارات کی بارش ہوتی ہے کہ ہر شخص محسوس کرتا ہے جب طواف کعبہ کرتے ہیں تب ایسی انوارات کی بارش ہوتی ہے) پھر آواز آئی عبدالرحیم! میں نے جواب دیا جی ہاں، پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی عبدالرحیم میں نے جواب دیا جی ہاں حاضر ہوں، پھر تیسری بار آواز آئی عبدالرحیم، تو عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے نظر تو آتے نہیں، آپ کون بزرگ ہیں، فرمایا علی احمد ہوں، آپ کی قسمت گنگوہ میں ہے، میں صبح کو رائے پور چلا آیا، پھر حج کے لئے حاضری ہوئی، تو حضرت حاجی صاحب زندہ تھے، فرمایا جب جاؤ گے تو ہمیں مل کر جانا، میں حاضر ہوا کہ آج جانے کا خیال ہے، ایک خط دیا کہ گنگوہ جاؤ گے تو دے دینا، پھر ہم نے گنگوہ جانے کا خیال نہ کیا، پھر ایک روز خیال آیا کہ چلو گنگوہ ہو آئیں، جب گنگوہ پہنچا تو حضرت ظہر کی نماز کا وضو فرمارہے تھے، فرمایا آ گئے، میں نے عرض کیا کہ حاضر ہو گیا، فرمایا کہ حاجی صاحب نے کوئی رقعہ بھی ہمارے نام دیا تھا، بہت شرمندہ ہوا جواب دیا کہ حضرت دیا تو تھا، فرمایا کتنا قیام ہوگا، عرض کیا کہ تین شب، پھر حضرت نے بیعت فرمالیا، پہلے شیخ میاں عبدالرحیم کا وصال ہو چکا تھا، پھر حضرت نے چاروں طریق کی اجازت مرحمت فرمائی، پہلے نقشبندیہ قادریہ کی حضرت میاں صاحب نے اجازت فرمادی تھی۔

میرا رواں رواں ذکر کرتاھے:

ایک بزرگ نے عرض کیا کہ میرا رواں رواں ذاکر ہے اور اس سے قرآن کی آوازیں آتی ہیں، کیا یہی ذکر سر ہے، فرمایا نہیں یہ سلطان الاذکار ہے لیکن غیر حقیقی۔

بے جان چیزوں میں اثر آتاھے:

صحبت کی تاثیر کے عمدہ ہونے کے بیان میں یہ اشعار اکثر پڑھتے تھے:

گل خوشبوئے درحمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

فرماتے تھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بے جان چیزوں میں اثر آتا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ مولانا عبدالشکور لکھنوی فرماتے تھے کہ چنبیلی کا تیل اس طرح نکالتے ہیں کہ چنبیلی کے پھولوں کی ایک تہہ بچھادیتے ہیں، اس کے اوپر تلوں کی ایک تہہ بچھادیتے ہیں، غرض اسی طرح کئی تہیں بچھا کر مکان کو خوب بند کردیتے ہیں کہ ذرا ہوا نہ آئے پھر پھولوں کو جب خشک ہو جاتے ہیں، پھینک دیتے ہیں اور تلوں کا تیل نکال لیتے ہیں، اس کو کہتے ہیں چنبیلی کا تیل، چنبیلی میں تو دہنیت ہے ہی نہیں، حضرت اقدس یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

❁❁❁❁

DU\Tif Files\A004.TIF not found.

فکرونظر

خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مسلمان پوری دنیا میں جس المناک اور غمگین فضا میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ یقیناً اضطراب وبے چینی کا باعث ہے اور حساس وباشعور افراد کے اندر یاس وناامیدی، شکست وہزیمت کا احساس پیدا کر رہا ہے، خاص طور سے عوامی انقلاب کے بعد مسلم ممالک میں پیش آنے والے المناک واقعات جن کی وجہ سے جان ومال کا زبردست نقصان اٹھانا پڑا، اس طرح کہ موجودہ وقت میں پہلی مرتبہ اسلامی رجحان سامنے آیا اور اس کو عوام کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیابی بھی ملی لیکن جلد ہی حالات نے کروٹ لی اور سابقہ نظام لوٹ آیا، اسلامی تحریکات کو میدان قیادت سے نکلنے پر مجبور کیا گیا، بزور قوت ان پر سابق ظالمانہ نظام تھوپا گیا لیکن جو لوگ اسلام ومسلمانوں کی تاریخ سے واقف وباخبر ہیں انہیں بخوبی یہ بات معلوم ہے کہ مسلمانوں نے دار ورسن کے کتنے منازل طے کئے، ان پر کتنی مرتبہ کوہ غم ٹوٹا، پھر اللہ تعالی نے انہیں کس طرح عزت وسربلندی، جہانگیری وجہانبانی، سیادت وقیادت، حکومت واقتدار سے سرفراز کیا اور اسلام نے اپنی طویل ترین تاریخ میں کتنی مرتبہ سازشوں، دسیسہ کاریوں اور عہد شکنی کا سامنا کیا، پھر مخلص قائدین اور علمائے اسلام نے کس طرح ان بحران وچیلنجوں کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیابی حاصل کی اور امت مسلمہ کس طرح ان بحرانوں سے کامیاب وبامراد نکلی۔

حنا رنگ لاتی ہے پتھر پہ گھس جانے کے بعد

جو لوگ موجودہ صورت حال کا ماضی سے موازنہ کریں گے تو آج کے حالات ان کے ایمان کو مہمیز دے کر ان کے اندر ایک نیا عزم وحوصلہ پیدا کر دیں گے اور اسلام کی صداقت وحقانیت ان کے قلوب پر مرتسم ہو جائے گی کہ نصرت وغلبہ اللہ کے دست قدرت میں ہے اور انجام خیر متقی اہل ایمان ہی کا ہے، کلام الٰہی نے اس کی تصویر کشی کچھ اس انداز میں کی ہے: "لما رأى المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله ومازاد هم إلا إيمانا وتسليما"، بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ غور وفکر کرنے، ناسازگار حالت میں صبر واستقامت اختیار کرنے اور اعلی مقاصد کے لئے جان نچھاور کرنے کے خوگر ہوں اور ان کی پرورش وتربیت صرف مادی ماحول میں نہ ہوئی ہو، موجودہ صورت حال میں ناکامی کا احساس ان لوگوں کو نہیں ہوگا، جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہو کہ مسلمان اپنی طویل تاریخ میں ابتلاء وآزمائش کی کیسی کیسی سنگلاخ گھاٹیوں اور پرخطر وادیوں سے گزرے اور ان کا علم ومطالعہ مسلمانوں کی صرف فتح مندیوں اور کامرانیوں کی تاریخ تک محدود نہ ہو بلکہ ماضی بعید وماضی قریب کے ابتلاء وآزمائش کی تاریخ کا بھی علم ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ کتنا ہی طویل ودشوار گزار عرصہ کیوں نہ ہو لیکن گزرنے کے بعد صرف ایک لمحہ لگتا ہے اور اپنے دامن میں تلخ تجربوں، سخت ترین آزمائشوں کو سمیٹ لیتا ہے، اس زاویہ سے اگر ان کامیابیوں کو دیکھا جائے جس سے تاریخ اسلام کے اوراق پٹے پڑے ہیں، تو کچھ اندازہ ہوگا کہ اس کے لئے کتنی قربانیاں پیش کرنی پڑی ہیں۔

مثال کے طور پر قسطنطنیہ کی فتح کو لے لیجئے جو کہ پہلی صدی ہجری میں شروع ہونے والی کوششوں کا ثمرہ ہے، چنانچہ مسلمانوں نے گیارہ مرتبہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا، پہلے محاصرہ میں تو بڑے بڑے صحابہ کرام نے بنفس نفیس شرکت کی جن میں سرفہرست میزبان رسول حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں جن کی روح محاصرہ کے درمیان ہی

پرواز کرگئی، وہ قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے مدفون ہوئے لیکن یہ عظیم الشان فتح تو فاتح کے لقب سے ملقب سلطان محمد ثانی کی قسمت میں تھی، بیت المقدس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس عظیم کامیابی سے چند صدی قبل ۴۹۶ھ میں طویل ترین جدوجہد اور سرفروشانہ کاوش کی بدولت فتح کیا تھا، کیونکہ عماد الدین زنگی اور نورالدین زنگی جیسے حکمرانوں کا مقصد حیات ہی بیت المقدس کو آزاد کروانا تھا، اس لئے انہوں نے اپنی تمام تر کاوشیں صرف کیں، نورالدین زنگی نے تو فتح کے بعد بیت المقدس میں رکھنے کے لئے ایک ممبر بنوایا تھا، مسلمان ۹۰ر سال تک قدس پر قبضہ کے تلخ ترین گھونٹ پیتے رہے، اس درمیان صلیبیوں نے اس علاقہ سے مسلمانوں کے بالکلیہ صفایا کی کوشش کی لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور ۵۸۳ھ میں قدس کی آزادی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا جس کے بعد تاریخ نے اپنا رخ بدلا اور ظلم وستم کی جگہ شعائر اسلام نے لے لی، اور عدل وانصاب کا علم لہرایا۔

مصروشام متحدہ صلیبی یورشوں سے دوچار ہوئے اور دشمنوں نے کامیابی حاصل کی، لیکن یہ شکستگی کے ایام زیادہ دراز نہ ہوسکے کہ یہ علاقہ پھر سے مسلمانوں کے زیر قیادت آ گیا، مغربی سامراج کا ایک سر سے دوسرے سرے تک تمام اسلامی ممالک میں تسلط ہوگیا اور ان ملکوں کے اسلامی شعائر کو مٹانے حتی کہ عربی زبان کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن آخیر میں وہ سمٹ کر رہ گیا یہی انجام ظالمانہ اشتراکیت کا بھی ہوا جس نے مصروشام اور عراق ویمن میں حکومت کی لیکن ان کے دن بھی اب رخصت ہوگئے۔

آزادی کی جنگیں پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک جاری وساری رہیں، مسلمانوں نے ان میں زبردست جانی ومالی قربانیاں پیش کیں، طویل عرصہ میں سامراجی طاقت، اسلام کی عظمت اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو ختم کرنے کے درپے رہی، اس کے لیے جگہوں کے نام، طریقہ تعلیم، عدالتی نظام، تہذیب وثقافت حتی کہ رسم الخط کو بدلنے کی کوشش کی اور اسلام مخالف عناصر کی تربیت وحوصلہ افزائی کی اور ان ممالک سے اسلام کی شناخت کو مٹانے کے لئے اسلامی عناصر کو ختم کیا لیکن یہ تمام کے تمام ممالک پھر آغوش اسلام میں آ گئے۔

مغربی میڈیا مغربی طرز تعلیم، فوج، حکومت اور خفیہ ایجنسیاں اسلامی ممالک کی شناخت مٹانہ سکیں بلکہ اسلام پسندوں نے تو مغربی یونیورسٹیوں میں نشو ونما پائی، یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ آج یورپ کی فکری یلغار کا دنداں شکن جواب دینے والے بڑے بڑے دعاۃ وکاتبین اسلام دراصل مغربی یونیورسٹیوں ہی کے تعلیم یافتہ اور مغربی ماحول کے ہی پروردہ ہیں، ان نوجوانوں کی بڑی تعداد یورپ جانے سے قبل دین ومذہب کے سلسلہ میں زیادہ پرجوش نہیں تھی لیکن وہاں سے واپسی کے بعد مذہب اور مذہبی تعلیم نے ان کے دلوں میں دائمی آشیانہ بنالیا اور وہ اس کے پرجوش حامی بن گئے نوجوانوں کے اس طبقہ میں ایک عجیب قسم کی ایمانی قوت پائی جاتی ہے جو کسی بھی طرح سے رسمی اسلامی ماحول میں پرورش پانے والوں سے کم نہیں ہے، بلکہ ان میں سے ایک بڑی تعداد تو رسمی اسلامی ماحول میں پرورش پانے والوں سے دینی جذبہ اور دین کے لئے جانثاری میں ممتاز وفائق ہے۔

یہ اسلامی رجحان پورے یورپ میں پھیل چکا ہے، جس کا مشاہدہ مساجد، اسلامی مراکز اور اہل علم کو اسلام سے قریب کرنے میں تعاون کرنے والے نشریاتی اداروں میں بخوبی ہوتا ہے، اس کا ثبوت اخبارات ومیگزین کی وہ رپورٹیں ہیں جو علمی حلقوں میں اسلام کی ہر دلعزیزی اور اسلام سے ایک عرصہ تک نفرت کرنے کے بعد اسلام قبول کرنے کے متعلق آتی ہیں، یورپ نے اسلام سے جنگ چھیڑی اور اپنے مادی وسائل وذرائع کی بدولت بہت سے مسلمانوں کے دلوں کو اپنے تابع بنا لیا حتی کہ ایک یورپی لیڈر نے دعوی کیا کہ اس نے مسلمانوں کی شناخت کو مسخ کرنے کے لئے ایک تعلیمی نظام تیار کیا ہے کہ ان کی وضع قطع اسلامی رہے لیکن ان کے افکار ونظریات مغرب زدہ ہوں، یورپ نے منظم پالیسی کے تحت عالم اسلام پر مغربی تعلیم یافتہ مسلم حکام کے ذریعہ اپنے تسلط کو قائم کیا، جو وہاں کی حکومت اقتدار پر

قابض رہے، ان حکام کی پالیسی مذہبی آزادی، اسلامی تحریکات کا خاتمہ اور اسلامی رجحان رکھنے والی سیاسی جماعتوں پر پابندی لگانے کی رہی کیونکہ ان قائدین کے دماغ میں یہ بات تھی کہ اسلامی جذبہ دم توڑ چکا ہے، لیکن فوجی ڈکٹیٹروں کے تصرف والے ان ممالک میں برپا ہونے والے انقلابات نے اشتراکی نظام کے زیر سایہ زندگی گزارنے والوں کے دلوں میں اسلامی رجحان کو ابھارا، اور انتخابات میں تو یہ رجحان اور بھی واضح انداز میں ظاہر ہوا، اس انقلاب کی مغربی ممالک نے عرب ممالک کو عرب بہار دیہ کہہ کر تائید کی لیکن جیسے اسلام پسندوں نے حکومت حاصل کی تو مغربی ممالک نے انہیں حکومت چھوڑنے پر مجبور کیا اور ان حکام کو حکومت کی باگ ڈور دوبارہ سونپنے کی پالیسی بنائی جو اسلامی تحریکات کی بیخ کنی کریں، چاہے اس کے لئے فوجی حکومت کو ہی کیوں نہ اقتدار سونپنا پڑے، اسی پالیسی پر مغربی ممالک صومالیہ، الجزائر اور ابھی حال ہی میں مالی میں کاربند رہے جہاں اسلامی رجحان کے حامیوں نے حکومت حاصل کی تھی تو مغربی ممالک نے عسکری دراندازی کی تاریخ میں بارہا اسلامی ممالک نے عسکری ہزیمت واستیلاء کا سامنا کیا لیکن یہ ظالمانہ تسلط صرف ایک وقتی معاملہ تھا کیونکہ اس طرح کی پالیسی کا ردعمل بھی ہوتا ہے اور وہ وجدان وشعور کو بھی بھڑکاتے ہیں، لہٰذا ظلم وستم کے باوجود بھی یہ حالات بدل جاتے ہیں اگر چہ اس میں کچھ وقت ہی کیوں نہ لگ جائے، اس لئے اب دور اندیشی اس میں ہے کہ یورپ اور اس کے حاشیہ بردار، اور اس کے ساتھ ساز باز رکھ کر مسلمانوں کی صفوں میں کام کرنے والے اس حقیقت کو بخوبی سمجھ لیں کہ وہ طویل عرصہ تک عوام کی حریت وآزادی کو دبا کر کے نہ رکھ سکیں گے، یہی وہ سبق ہے جس سے عالم عربی میں انقلاب کے بعد پیدا ہونے والے رجحانات کو سبق حاصل کرنے چاہئے خاص طور سے حالیہ واقعات نے تو یورپ کو اپنی حکمت عملی کے متعلق غور وفکر کرنے اور اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ امت مسلمہ کا احساس وشعور بیدار ہو رہا ہے اور وہ اسلامی ممالک کے اسلامی مزاج کو بدلنے سے قاصر ہیں، اس لئے کہ اسلام نے عوامی پیمانہ پر مضبوط پکڑ بنالی ہے لیکن خیال رہے کہ یہاں پر ایک نیا رجحان بھی پیدا ہو رہا ہے جس کا جلد بازی کے بجائے حکمت وتدبیر سے مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی ذہن کے حاملین کو کمربستہ رہنا چاہئے۔

اسی طرح اسلامی تحریکات کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مسائل کے حل کے لئے سب سے کارگر اور مناسب طریقہ کار اپنائیں جیسے کہ اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے میں مسائل کو حل کرنے میں حکمت وتدبر سے کام لیکر سنجیدگی وبردباری کا مظاہرہ کریں اور افہام وتفہیم ومذاکرات کا طریقہ اختیار کریں اور عوام کا اعتماد حاصل کرنے اور مغربی میڈیا نے اسلام پسندوں کے حکومت کرنے کے سلسلہ میں جو پروپیگنڈہ کر رکھا ہے، اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

❁❁❁❁

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

❁ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

❁ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

❁ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

❁ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

فکروعمل

حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ اپنے ملفوظات کے آئینہ میں

مولانا محمد خالد ضیاء صدیقی ندوی جامعہ فیضان القرآن، احمد آباد

ہندوستان کی تاریخ پہ جنکی نگاہ ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ ملک کبھی بھی عظیم شخصیات کو جنم دینے میں بخیل نہیں رہا، ہر دور میں اس کی کوکھ سے ایسی شخصیات جنم لیتی رہی ہیں جو قوموں اور ملکوں کی عظمت وشہرت کا تاج ہوا کرتی ہیں، کائناتی نظام کی طرح شخصیات میں بھی تنوع اور رنگارنگی ایک فطری امر ہے، بعض شخصیات اپنے علم وفضل سے دنیا کو متاثر کرتی ہیں، تو بعض صلاح وتقوی سے، کوئی اپنی زباں آوری وانشاء پردازی کے تیغ جوہر دار سے ایک جہاں کو فتح کرتی ہیں، تو کوئی اپنی تواضع وخاکساری کے شجرۂ ثمر دار سے قلوب کو حلاوت بخشتی ہیں، کوئی دعوتی کڑھن اور انسانیت کے تئیں ہمدردی و دردمندی جیسی اعلی صفات سے متصف ہوتی ہیں، تو کوئی تدریسی وتربیتی، اجتماعی ومعاشرتی زندگی میں اپنے انمٹ نقوش چھوڑ جاتی ہیں، بعض شخصیات اصلاح رسوم کو اپنی توجہات کا مرکز بناتی ہیں، تو بعض مسلم معاشرہ سے مشرکانہ عقائد، غلط افکار ونظریات اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کو اپنا مطمح نظر قرار دیتی ہیں، غرضیکہ ہر شخصیت کے کام کا میدان جدا، اور ہر ایک کا دائرۂ عمل مختلف ہوا کرتا ہے، لیکن اس عالم فانی میں کچھ شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جو جامع الکمالات اور متضاد صفات کی مالک ہوا کرتی ہیں، جو علوم وفنون کی مختلف شاخوں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنی صلاحیت ولیاقت کا نقش دوام ثبت کردیتی ہیں، گو ایسی شخصیات ہوتی بہت کم ہیں، لیکن ہوتی ضرور ہیں:

لیس علی اللّٰہ بمستنــکر
أن یجمع العالم فی واحد

حضرت الاستاد مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کمیاب اور نادرۂ روزگار شخصیات میں ہیں، جو صدیوں میں بطن گیتی سے نکلا کرتی ہیں، جنہوں نے زندگی کے ہر میدان میں ایسے نقوش ثبت کئے ہیں جو آسانی سے محو نہیں ہوسکتے، اور جنکی روشنی سے نسل نو ایک مدت تک انشاء اللہ اپنی تاریک راہوں کو اجالا کرتی رہے گی، حضرت الاستاد علیہ الرحمہ کی زندگی کے بیشمار پہلو ایسے ہیں جنہیں سامنے لایا جاسکتا ہے، اور لایا جارہا ہے، لیکن مجھے ابھی صرف ان کے ان ملفوظات وارشادات کو آپ کی خدمت میں پیش کرنا ہے، جن سے براہ راست اس راقم نے مختلف مجالس میں استفادہ کیا ہے، جنہوں نے اس عاجز ومسکین کے عصیاں شعار دل پر بارہا دستک دی ہیں، بارہا دل کی دنیا بدلی ہیں، یہ ملفوظات اکثر وہ ہیں جو وقت ہی پر نوٹ کر لئے گئے، اس لئے ملفوظات کے اکثر الفاظ حضرت ہی کی ہیں، چند ملفوظات ایسے ہیں جن کے مفہوم کو اس راقم نے اپنے قلم سے ادا کیا ہے۔

بزرگوں، اللہ کے نیک بندوں اور مشائخ کرام کے ملفوظات علم وعمل، ظاہر وباطن اور قال وحال کی یکسانیت کی وجہ سے ''از دل خیزد بردل ریزد'' کے مصداق ہوا کرتے ہیں، بسا اوقات اللہ کے کسی نیک بندے کا ایک بول دل کی دنیا بدل دیا کرتا ہے اور ان کی ایک لمحہ کی صحبت بھی کیمیائے سعادت کا کام کرتی ہے، سچ فرمایا ہے، شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم نے کہ:

''مشائخ کرام کے حالات ومقامات اور ملفوظات ومعمولات بلاشبہ علم وعمل کی روح، دنیا وآخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے لئے

مونس، غمزدہ کے لئے انیس، دینی ودنیوی مشکلات کیلئے بہترین غذا اور نورایمان کو بڑھانے والے قلب میں قوت پیدا کرنے والے ہیں، ان بزرگان دین اور سلف صالحین کے احوال واقوال مبتدیوں کے لئے اشتیاق وترغیب کے باعث بنتے ہیں، اور منتہیوں کیلئے دستور حیات اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

اس سے پتہ چلا کہ ہر کس وناکس کے کلام کو ملفوظ نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ وہ ان صفات سے متصف نہ ہوں، جو علماء ربانیین کا خاصہ ہیں، اس لئے ایک صاحب نسبت عالم دین نے ملفوظ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: وہ ارباب طریقت جن کے قلوب محبت الٰہی کے سوز وساز سے لبالب، دوام ذکر، معیت الٰہی اور صفت احسان سے منور ومخمور ہوا کرتے ہیں، وہ اپنے مریدان باصفا کی رشد وہدایت، تزکیہ واحسان اور اصلاح باطن کے لئے ان کے حسب حال جو کچھ اپنی زبان سے ارشاد فرماتے ہیں ان کو عموماً ''ملفوظ'' کہا جاتا ہے۔

ذیل میں چند ملفوظات پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) فیضان بقدر اخلاص ہوا کرتا ہے۔

(۲) عدل واعتدال سکون کے ذرائع ہیں۔

(۳) بے اِمارت کی زندگی بے اَمارت ہے۔

(۴) اہل حق کے اندر مبالغہ نہیں ہوا کرتا، البتہ توازن واعتدال ہوا کرتا ہے۔

(۵) صاحب ایمان کو دلیل دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ دلیل اس کی ہتھیلی میں پڑی ہوتی ہے۔

(۶) اگر انسان کسی کو باکمال سمجھتا ہے تو اس کے عیوب کو بھی ہنر سمجھنے لگتا ہے۔

(۷) یورپ کی حقیقت بُڑھیا کی سی ہے، جو دور سے بَڑھیا نظر آتی ہے۔

(۸) پریشانی کا حل در نبوت پر ہے، در عقل پر نہیں۔

(۹) کشف بدن قضاء حاجت کے لئے ہے اور ستر بدن زینت کیلئے ہے، موجودہ دور میں کشف بدن شہوت رانی کے لئے ہے۔

(۱۰) بڑوں کے پاس بیٹھنے سے آدمی بڑا بن جاتا ہے، ہم عمروں میں بیٹھنے سے لاابالی پن پیدا ہوجاتا ہے، اور چھوٹوں کے پاس بیٹھنے سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔

(۱۱) تجربہ کا کوئی بدل نہیں۔

(۱۲) رائے کا نہ ہونا بیوقوفی ہے اور رائے پر اڑ جانا خودسری ہے، اصل یہ ہے کہ رائے تو ہو لیکن اپنی رائے کو دبالیا جائے۔

(۱۳) خدا حاکم بھی ہے اور محکوم بھی، صرف حاکم نہیں جیسا کہ معتزلہ نے سمجھا ہے۔

(۱۴) اگر طبیعت اچھی چیز کی طرف مائل ہے تو آپ شفایاب ہیں اور اگر بری چیزوں کی طرف مائل ہیں تو آپ بیمار ہیں۔

(۱۵) باہر کا فساد اندر کے فساد کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔

(۱۶) اعمال کی معتبریت اور اس کی ثمر ریزی اندر کی کیفیت ہی سے وابستہ ہے۔

(۱۷) جو جتنا بہادر ہوگا اتنا ہی وہ حلیم ہوگا۔

(۱۸) ہر وہ مال جو خوش دلی اور خوشی سے دیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے۔

(۱۹) آزاد اسے کہتے ہیں جو اجانب واغیار کی ثقافت سے آزاد ہو۔

(۲۰) مرد کی رعنائی ودلربائی قوت میں پنہاں ہے جب کہ عورت کی رعنائی ودلربائی نزاکت میں پنہاں ہے۔

(۲۱) نیت میں غیر معمولی طاقت ہوتی ہے۔

(۲۲) تنہا مطالعہ سے علم نہیں آتا، جب کہ علماء ربانیین کی صحبت اختیار نہ کی جائے۔

(۲۳) حسن کہتے ہیں سلیقہ مندی کو، جب کہ جمال نام ہے ظاہری خوبصورتی کا۔

(۲۴) جذباتیت جس کے اندر زیادہ ہوتی ہے، وہ کم عقل ہوتا

ہے، مرد کامل وہی ہے جو اپنے جذبات پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو مقدم رکھے۔

(۲۵) اب مطلوب طالب کو اختیار کرتا ہے، جب کہ پہلے طالب مطلوب کو اختیار کرتا تھا۔

(۲۶) آپ اپنے ظرف کو دھولیں، ورنہ اسلام کا لا پیلا نظر آئے گا۔

(۲۷) امانت اصلاً کہتے ہیں احساس ذمہ داری کو، حسب ذمہ داری ہی جزا و سزا ہوگی۔

(۲۸) عشق سر کو کھو کر کسی چیز کے پانے کا نقشہ سامنے لاتی ہے۔

(۲۹) غیر محارم پر نگاہ ڈالنے سے جو کلفت ہوتی ہے وہ ''عوج'' کی ہوتی ہے اور نہ ڈالنے سے جو راحت ہوتی ہے وہ ''استقامت'' کی ہوتی ہے۔

(۳۰) رشد اور یسر دونوں ہمجولی ہے۔

(۳۱) اعمال سے چلنے والے ایسے ہیں جیسے کوئی موٹر یا بس سے چلے، لیکن کیفیات سے چلنے والے ایسے ہیں جیسے کوئی ہوائی جہاز سے اڑے۔

(۳۲) اعمال باطنہ کے ساتھ ساتھ اعمال ظاہرہ کی پابندی اور اس کی رعایت بھی ضروری ہے، کیونکہ اعمال ظاہرہ، اعمال باطنہ کی حفاظت کرتے ہیں، پتہ چلا کہ کیفیت کو محفوظ رکھنے کے لئے کمیت ضروری ہے۔

(۳۳) جو نگاہ بدا ٹھائی جاسکتی ہے، اسے ہٹائی بھی جاسکتی ہے۔

(۳۴) مٹی جب نیچے جاتی ہے تو اپنی حقیقت کھو بیٹھتی ہے، اور جب اوپر آتی ہے تو پھل اور پھول کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

(۳۵) کسی کا یہ کہنا کہ ہم اس عادت سے باز نہیں آسکتے، یہ ہمت کا فتور ہے، نہ کہ عادت کے جذور کا رسوخ۔

(۳۶) متبع سنت ہمیشہ اطمینان مع الحزن کی کیفیت میں رہتا ہے۔

(۳۷) جو نا اہل ہوتے ہیں وہ اپنی نا اہلیت کے گن گاتے پھرتے ہیں، جب کہ جو اہل ہوتے ہیں وہ اپنی نا اہلی کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن اہلیت اس کے سامنے خود ظاہر ہوتی رہتی ہے۔

(۳۸) لطف روحانی اور حظ نفسانی میں فرق یہ ہے کہ کسی چیز سے ایک مرتبہ لطف لینے کے بعد حظ نفسانی کی تکمیل ہو جایا کرتی ہے؛ لیکن لطف روحانی اس کے برعکس ہے، جتنا اس سے شاد کام ہوں گے، مزید کی خواہش ہوگی۔

(۳۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات تھے، اور امت محمدیہ جامع امراض ہے۔

(۴۰) حضرات حسنین کے ناموں کے ساتھ ''امام'' کا آنا یہ امامت ابراہیمی کا امتداد ہے نہ کہ امامت عقیدۂ شیعی کی طرف نسبت ہے، اس لئے کہ ان کے یہاں امامت نبوت سے اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔

(۴۱) حضرات حسنین کو اللہ کی طرف سے دو قیمتی چیزیں ملی تھیں: قول سدید اور اقدام سدید۔

(۴۲) عقائد کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جاتی ہے شرک سے، اخلاقیات کی لواطت سے، معاملات کی تطفیف کیل سے، اور اقتصادیات کی معیاری زندگی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے۔

(۴۳) کسی شخص کے علو مرتبت کو اسی وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے، جب کہ دشمن کسی حریف کو جلد نہیں مانتا، معاصر اس کو تسلیم کرے، اس لئے کہ معاصر اپنے معاصر کو بہت کم تسلیم کرتا ہے، قریب والے اس کو مانیں، اس لئے کہ اس کی زندگی اپنی پوری شکلوں کے ساتھ ان کے سامنے ہوتی ہے۔

(۴۴) جبلت اصلی کا امالہ کر سکتے ہیں ازالہ نہیں، جبکہ جبلت عارضی کا ازالہ کر سکتے ہیں، بخل، لالچ اور حب مال وغیرہ جبلت اصلی کی مثالیں ہیں، جب کہ غصہ، چوری اور زنا وغیرہ جبلت عارضی کی مثالیں ہیں۔

(۴۵) زمانے کے نشیب و فراز سے وہی واقف ہوسکتا ہے جس کی نگاہ تاریخ کے اتار چڑھاؤ پر ہو۔

(۴۶) پیشہ اور لڑکی: ان دونوں کے ذریعہ یہودیوں نے ہم پھانسنے کی کوشش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔

(۴۷) ذی الصالحین کو اختیار کرنا بھی طہارت میں داخل ہے، لہٰذا

اللہ کے نیک بندوں کا لباس پہننے سے بھی طہارت حاصل ہوتی ہے۔

(۴۸) اللہ تعالیٰ مستور ایسا کہ "لاتدرکہ الأبصار" اور مشہود ایسا کہ "وھو معکم اینما کنتم"۔

(۴۹) طلب ہو تو اللہ کے یہاں کام تو بن ہی جاتا ہے اور تڑپ ہو تو فوراً بن جاتا ہے۔

(۵۰) دو چیزوں کے استعمال سے کیفیات ختم ہو جایا کرتی ہیں: حرام چیزوں کے استعمال سے اور بدنگاہی سے۔

(۵۱) کھانے کی لذت سے زیادہ بدکرداری کی لذت ہوا کرتی ہے، لیکن مالک حقیقی سے تعلق میں جو لذت ہوتی ہے وہ بدکرداری کی لذت سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے کہ یہ بلوغ کی لذت ہے، جب کہ بدکرداری کی لذت نابالغی کی لذت ہے۔

(۵۲) دنیا کے سارے جھمیلوں کو اگر نام الٰہی سے جوڑ دیا جائے اور نظام الٰہی میں سمو دیا جائے تو یہی دنیا، دین بن جایا کرتی ہے۔

(۵۳) آج کل دین کو دنیا بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، جب کہ پہلے دنیا کو دین بنانے کی کوشش کی جاتی تھی۔

(۵۴) ہندوستان کے ماحول میں جب بھی اصلاح وارشاد کا کام کیا جائے گا تو حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو پڑھنا ضروری ہوگا۔

(۵۵) مسائل ومصائب کے درمیان ہی سے "سعادت" نکلتی ہے۔

(۵۶) عقیدۂ توحید الفاظ وعبارات کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اندرونی چیز ہے، جب آتی ہے تو مست الست بنا دیتی ہے، پھر کسی صاحب رعب کا رعب بھی مانع نہیں ہوتا، اور کسی حاکم کے سامنے جبہہ سائی کرنے کو ایسا موحد سوچتا ہی نہیں۔

(۵۷) آداب وابواب کی رعایت سے ہی دخول حاصل ہوتا ہے۔

(۵۸) صدیق کہتے ہیں اسے جو مزاج نبوت سے ہم آہنگ ہو۔

(۵۹) مجاہدات کی دو قسم ہیں: اختیاری اور غیر اختیاری، اختیاری اولیاء سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ غیر اختیاری صحابہ کرام سے۔

(۶۰) بعض دفعہ دنیا کی مذمت بھی دنیا کی محبت پیدا کر دیتی ہے۔

ذیل میں حضرت کے چند پسندیدہ اشعار اور مصرعے پیش کئے جاتے ہیں، جنہیں حضرت موقع بموقع کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موج دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

تغافل سے جو باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

بات کتنی بے سلیقہ ہو کلیم
بات کہنے کا سلیقہ چاہئے

اتنی قربت صیاد سے ہوگئی
اب رہائی ملے گی تو مرجائیں گے

خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے
قدم گن گن کے پڑتے ہیں کمر بل کھا ہی جاتی ہے

گلہ نہیں ہے گریز ہیں جو پیمانے
نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے
آہ نکلی اور پہچانے گئے

الٹی ہوگئی سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
آخر اس بیماریٔ دل نے سارا کام تمام کیا

معتبر وہ راستے مانے گئے
جن سے ہوکر میرے دیوانے گئے

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

آپ کی زبان پر یہ تینوں مصرعے عام زد تھے:

مجھے جینا ہی نہیں بندۂ احساں ہوکر
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو
پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے

جائزہ

''قادیانیت'' اسلام کی حقانیت پر بدنما داغ

مولانا محمد فائق قاسمی، بھوپالی

دنیا میں بے شمار مذاہب کے ماننے والے لوگ موجود ہیں اور ہر شخص اپنے مذہب کی تعلیمات کو پسند کرتا ہے، خواہ اس کے مطابق زندگی بسر نہ کرسکے، یہ بات مسلم ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب امن وشانتی اور بھائی چارگی کی تعلیم دیتے ہیں اور امن وامان کا قیام ہر مذہب کا جزء لاینفک ہے، اگر کسی دھرم میں امن کے بجائے بے جا خون خرابے کی تعلیمات ہیں تو وہ دھرم نہیں؛ بلکہ سب سے بڑا اَدھرم ہے، لیکن جب تمام مذاہب وادیان کو امن وسلامتی کی تعلیم کے سلسلے میں کھنگالا جائے تو یہ بات بالکل نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ مذہب اسلام امن وسلامتی کی تعلیم دینے میں سب سے آگے اور بلندی کے اس مقام پر فائز ہے کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی دہلیز کو بھی نہ چھوسکا، اس بات کو ہر عقل سلیم رکھنے والا تسلیم کرنے پر مجبور ہے اور ہر منصف مزاج انسان اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہی فیصلہ دینے پر مجبور ہوگا کہ اس سے بڑھ کر امن وشانتی اور بھائی چارگی والا دھرم کرۂ ارض پر کوئی دوسرا نہیں۔

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ خوبیوں کی حامل ہوگی اتنی ہی اس کے چاہنے والوں کی تعداد بھی ہوگی، اسی طرح ایک طبقہ وہ بھی ہوگا جو اس چیز سے نفرت وبغض رکھے گا اور اس کی نیک نامی اور شہرت اس کی آنکھ کا کنکر ثابت ہوگی اور وہ حسد کی آگ میں جھلس کر اس کو بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا، خواہ وہ کسی بھی طرح ہو، کھلم کھلا اس کی مخالفت کرکے، یا اسی کے رنگ میں رنگ کر ایسے شرمناک کارنامے انجام دے کر کہ اس مذہب کی شبیہ خراب ہوجائے اور اس بہروپ کو ہی لوگ اس مذہب کا اصل روپ سمجھ کر اس سے متنفر ہوجائیں؛ جبکہ حقیقت میں ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ہمارے سامنے مذہب اسلام کو بدنام کرنے والی ہر دو قسم کی جماعتیں موجود ہیں، کھلا ہوا دشمن بھی اور منافقین بھی؛ لیکن ان دونوں میں زیادہ خطرناک وہ دشمن ہے جو اسلام کا چوغہ پہن کر اسلام کو بدنام کرنے کی سازش رچتا ہے اور اسے اس بہروپ کے لیے اسلامی دشمن طاقتوں سے بھرپور مدد ملتی ہے، ان کی ہر خواہش اسلام دشمن طاقتیں مل کر پورا کرتی ہیں؛ کیونکہ جو کام وہ طاقتیں نہ کرسکیں وہ کام یہ گروپ بحسن وخوبی انجام دیتا ہے، اور اسلام کی شبیہ کو اقوام عالم کے سامنے مسخ کرکے رکھ دیتا ہے، اور دنیا کو یہ بات باور کراتا ہے کہ اسلام ہی دہشت گردی کا سرچشمہ ہے اور یہ وہ مذہب ہے جو سارے عالم کو خون میں نہلا کر خوش ہوتا ہے، اور یہ گروہ دنیا میں بسنے والے ہر انسان کے دل میں اسلام سے نفرت کا بیج بوکر تمام انسانیت کو اسلام سے متنفر کرنے کے اپنے منصوبہ کو بحسن وخوبی انجام دیتا ہے۔

ایسا گروہ اور ایسی جماعتیں بے شمار ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر قرآن وحدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرتی ہیں اور در پردہ اسلام کی شبیہ خراب کرنے کی ہر ممکن کوشش میں لگی رہتی ہیں؛ منجملہ ان تمام جماعتوں کے اس گھناؤنے عمل کو نمایاں طور پر سرانجام دینے والی ایک بڑی جماعت ''محمدی'' کی شکل میں قادیانیوں کی ہمارے سامنے موجود ہے، جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ کافر ہے، اسلامی دشمن طاقتوں کا پروردہ یہ گروپ پوری شد ومد کے ساتھ دنیا بھر میں اپنا جال بچھا کر اسلام کو بدنام کرنے کی سازشیں رچتا رہا ہے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنی پرفریب باتوں اور مکاریوں سے اپنے جھانسے میں پھانس کر اپنے مقصد کے لئے استعمال کرتا رہا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے نام کے ساتھ دہشت گردی کو جوڑنے کے لئے اس گروپ نے ابھی ماضی قریب ہی میں ایک گھناؤنی سازش کو عملی جامہ پہنایا، وہ یہ کہ ایک انٹرنیشنل سمیلن کے انعقاد کا اعلان کیا اور اس موقع پر اپنی خفیہ پالیسی کو عمل میں لاتے

ہوئے اپنی مظلومیت کا رونا روکر یہ بیان دیا کہ اگر یہی ہوتا رہا تو تیسری عالمی جنگ بھی ہوسکتی ہے، اس گروپ کے اس بیان کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا میں یہ پیغام پہنچے کہ مسلمان تیسری جنگ عظیم کی تیاری میں ہیں اور امن کی تعلیمات صرف نقاب میں ہے جس کے اندر اسلام کا اصل چہرہ یعنی خون خرابا چھپا ہوا ہے، سامنے کی بات کہ جب یہ انٹرنیشنل سمیلن ہے تو یہ بیان بھی انٹرنیشنل لیول پر ہی شائع ہوگا اور ان منافقوں کا مقصد حاصل ہوجائے گا اور ساری دنیا یہی سمجھے گی کہ اسلام امن کا دشمن مذہب ہے اور تمام دہشت گرد سرگرمیوں میں اسلام اور مسلمانوں ہی کا ہاتھ ہوتا ہے، یہ کون جانتا ہے کہ بیان دینے والوں کا اسلام سے سوائے دشمنی کے کوئی اور تعلق نہیں ہے، یہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں بلکہ ان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، یہ ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اسلام کو بدنام کرنے والے ہیں۔

یہ گروہ ہر جگہ اپنے ہاتھ پیر پھیلانے میں مصروف ہے، سیدھے سادھے مسلمانوں کو بہلا پھسلا کر چکنی چپڑی باتیں کر کے اپنے جال میں پھانستا ہے، لیکن اس وقت افسوس کہیں زیادہ ہوتا ہے، جبکہ پڑھا لکھا طبقہ بھی ان کی فریبی باتوں میں آکر ان کی تعریفوں میں زمین آسمان کی قلابیں ملانے لگتا ہے، اور ان حضرات کو جو ان کی حقیقت سے آشناء ہوتے ہیں اور ان کے دام فریب سے امت مسلمہ کو بچانے کی کوشش میں، اور اسلام کا صحیح چہرہ دنیا کے سامنے لانے کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں، مذہبی کٹر واد جیسے القاب سے نوازتے ہیں، اور حد تو جب ہوجاتی ہے جبکہ وہ ان کفار کو مسلم گردانتے میں ذرہ برابر بھی تأمل نہیں کرتے، اس کی تازہ مثال مولانا آزاد نیشنل یونیورسٹی کی چانسلر ڈاکٹر سعیدہ حمید ہیں، جو کہ چند ماہ قبل قادیانیوں کی دعوت پر لبیک کہتی ہوئی ان کے اجلاس میں شریک ہوئیں، اور ان کو مسلمانوں کی ایک جماعت اور ایک اسلامی مسلک بتلاتے ہوئے ان کی تعریفوں کے پل باندھنا شروع کردی، اور ان کے فلاحی کاموں اور امن پسندی پر قصیدہ خوانی شروع کردی، اور ان کی حقیقت کو طشت ازبام کرنے والے اور ملت اسلامیہ کو ان کی تخریب کاریوں سے بچانے کی کوششوں میں مصروف حضرات کو کٹر واد کے لقب سے نوازتی ہیں، اور آگے بڑھ کر کہتی ہیں کہ اسلام کسی سیاسی تنظیم کی جاگیر نہیں، اور پھر اپنے ہی قول کا ذرہ برابر بھی لحاظ کئے بغیر اسلام کو اپنی جاگیر سمجھتے ہوئے بلاہچکچاہٹ قادیانیوں کی گود میں ڈالدیتی ہیں۔

اسلام اور قادیانیت کے درمیان زمین آسمان کی سی دوری ہے، اور بقول محترمہ کے کہ اسلام کسی سیاسی تنظیم کی جاگیر نہیں تو محترمہ خود آپ کی بھی تو جاگیر نہیں ہے، کہ جس کی چاہیں گود میں ڈالتی پھریں، اور اسلام کی عظمت وحرمت کو پامال کر کے تمام مسلمانوں کی دل آزاری کریں، قادیانیوں کے اس بیان کے بعد اب شاید محترمہ عقل کے ناخن لیں اور اپنے بیان کا تجزیہ کریں جبکہ محترمہ کے تعریف کردہ گروہ کی امن پسندی کی اصل تصویر سامنے آگئی ہے، اور ان کے اس بیان نے یہ بات بھی واضح کردی ہے کہ ان کے مظلومیت کے افسانوں میں کتنی صداقت ہے؟ جو گروہ تیسری عالمی جنگ کی یتاری میں مصروف ہو وہ ظالم ہوگا یا مظلوم؟ ہر عقلمند اس کا فیصلہ کرسکتا ہے، اور اب شاید ڈاکٹر للت کمار جی بھی اپنے بیان پر پشیمان ہونگے، اور ان کے یہ بیان پڑھ کر شرمندگی ہو رہی ہوگی کہ آخر انہیں احمدی جماعت کی تعلیم کیوں کر اچھی لگی تھی جبکہ یہ وہ جماعت ہے جو تیسری مرتبہ سارے عالم کو خون میں نہلانا چاہتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ تو اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس پر قادیانیوں نے یہ الزام عائد کیا ہے کہ وہ ان پر ظلم ڈھاتا ہے، یعنی ''اکثریتی طبقہ'' اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ہندوستان میں اکثریتی طبقہ ہندو بھائیوں کا ہی ہے، چنانچہ ڈاکٹر صاحب بھی ظالم طبقہ کے ایک فرد قرار پائے، لہٰذا آنجناب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اب اس کا جواب دیں، میں محترمہ سعیدہ حمید صاحبہ سے کہوں گا کہ ذرا اب وہ اپنے موقف کا جائزہ لیں، کل تک وہ جس جماعت کو امن وشانتی اور فلاحی کاموں کا ٹھیکیدار سمجھ رہی تھیں اب ان کے بارے میں محترمہ کا کیا خیال ہے؟۔

❁❁❁

دعوتِ دین

علم دین کے سیکھنے کی اہمیت

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۹رفروری ۲۰۱۱ء بدھ کے روز مرکز کی جامع مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد ہوا، اس کی افادیت کے پیشِ نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

عالم اور جاهل برابر نهیں هوسکتے ؟

دوستو! ہمیں اللہ تبارک وتعالی نے قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں اور حدیث پاک کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی گزارنے کے سلیقے بتلائے ہیں، لیکن اگر ان چشموں سے حاصل کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہو، اس کیلئے ہدایت فرمائی ہے کہ کیسے معلوم کرنا ہے، کیسے سیکھنا ہے، یہ سب بتلایا ہے، قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" کہ اے محمد! ان سے کہہ دیجئے کہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، کیا وہ برابر ہوسکتے ہیں؟ برابر نہیں ہوسکتے، ایک آدمی کسی بات کو جانتا ہے اور ایک آدمی نہیں جانتا، دونوں میں فرق ہے، جاننے والا جس راستہ کو چلتا ہے تو وہ جلدی سے پہنچ جائے گا، اور جس کو پتہ نہیں ہے وہ بھٹکتا رہے گا، یا پوچھ تاچھ کر کے بہت دیر میں پہنچے گا، تو چونکہ ہم سبھوں کو اللہ کی طرف ایک راستہ طے کرنا ہے، جو جنت کا راستہ ہے، آخرت کا راستہ ہے، اگر اس کے سلسلہ میں ہمیں معلومات ہوگی، علم ہوگا، تو صحیح راستہ ہم طے کرلیں گے، اور جلدی سے ہم منزل پر پہنچ جائیں گے اور پہنچنا آسان بھی ہوگا، راستہ میں دقتیں کم ہوں گی، تکلیفیں کم ہوں گی، معلوم ہوگا کہاں سے گزرنا، کیسے گزرنا ہے، اگر معلوم نہیں ہوگا، تو وقت گزرتا جائے گا، ٹائم ضائع بھی ہوجائے گا، اور ہم منزل تک صحیح پہنچ بھی نہیں پائیں گے، اگر پہنچیں گے تو دیر میں پہنچیں گے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم راستہ معلوم کریں۔

کسی کام کو کرنے کیلئے سیکھنا ضروری هے:

سیکھنے کا کیا طریقہ ہے؟ یا تو آدمی مدرسہ میں داخل ہوجائے، اگر وہ بچہ ہے، یا کسی قاری صاحب، حافظ صاحب، مولوی صاحب کے پاس جائے اور ان کی مجلس میں بیٹھے، ان کی صحبت میں رہے، یا یہ کہ وہ بڑا ہوگیا تو تبلیغی جماعت میں جا کر سیکھ لے، سیکھنے کے یہی راستے ہیں، یا تو بھائی بچپن میں سیکھ لے یا آدمی جماعت میں جا کے سیکھ لے، یا پھر علماء کی یا جاننے والوں کی صحبت میں چلا جائے، جب وہ سیکھ لے گا تو اس کو زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ معلوم ہوجائے گا، زندگی گزارنے کے آداب معلوم ہوجائیں گے، اس کو معلوم ہوجائے گا کہ کیسے معاشرہ میں رہنا ہے، اور کس طریقہ سے زندگی گزارنی ہے، سوسائٹی میں کیا آداب، کیا اخلاق، کیا کردار اختیار کرنا ہے، وہ اس کو معلوم ہوجائے گا، اسی طریقہ سے زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں، ان کی جانکاری ضروری ہے، کھیتی کرنے کی اصول معلوم ہیں تو صحیح اصول سے کھیتی کرے گا، اگر ٹھیکے داری کرنا چاہتا ہے تو ٹھیکے داری کے اگر گر اس کو معلوم ہوں گے تو اچھی کامیاب ٹھکیداری کر پائے گا، اچھی بزنس یا تجارت کرنا چاہتا ہے تو اس کے اصول جاننے پڑیں گے، تبھی وہ صحیح سے بزنس اور تجارت کر پائے گا۔

هر چیز کا ایک اصول هوتا هے:

زندگی کے جتنے بھی شعبے اور کام ہیں، اگر وہ ان سے صحیح واقف ہوگا تو صحیح کر پائے گا، اور اگر واقف نہیں ہوگا تو کہیں بھی مار کھائے گا، اس لئے جاننا ضروری ہوا، اگر نہیں جانے گا تو بھٹکے گا اور نقصان ہوگا، تو ہماری زندگی کی چونکہ ایک ڈگر ہے، ہماری زندگی کی ایک راہ ہے، متعین راہ ہے اور وہ آخرت کی راہ ہے، اگر ہم اس راہ کے اصول سے

واقف ہونگے، تو ہمارے لئے منزل تک پہنچنا آسان ہوجائے گا، اور ہم بہت جلد اس راستہ پر پہنچ جائیں گے، جس سے ہم اللہ کا تقرب حاصل کرلیں گے، بعض مرتبہ آدمی نہ جاننے کی وجہ سے عمل تو کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ لیکن غلط کردیتا ہے، وقت بھی لگتا ہے لیکن کام خراب ہوجاتا ہے، ایسے ہی دنیا کی کسی بھی چیز میں، نہ جاننے والا ہو، کسی مشینری کا مکینک نہیں اور اس کو کھولنا شروع کردے تو پرزے کھوجائیں گے اور بگڑ جائیں گے، اس طرح اگر کسی چیز کا میکینک نہیں ہے اور اس کی کھول بھیڑ شروع کی، تو کہیں کا پرزا کہیں لگ جائے گا یا سیٹ ہی نہیں ہوگا اور وہ خراب ہوجائیگی، اپنی اصلی حالت بھی کھودے گی۔

دین پر عمل کے لئے کچھ سیکھنا پڑے گا:

اسی طریقہ سے زندگی کے ہماری جو شعبے ہیں، چاہے عبادات سے متعلق ہوں، چاہے اخلاقیات سے متعلق ہوں یا معاشرت اور معیشت کے جتنے بھی شعبے ہیں اگر ان کے اصول ہم کو معلوم نہیں ہوں گے، تو وہ صحیح نہیں ہوں گے، نماز کے ہمیں صحیح اصول اگر معلوم نہیں، وضو کا صحیح طریقہ ہم کو معلوم نہیں تو ہماری نماز اور وضو صحیح نہیں ہوگی، یا اگر نماز کے فرائض، نماز کی سنتیں اور نماز کے واجبات معلوم نہیں ہوں گے تو ہمارا پانچوں وقت نماز پڑھنا بیکار رہے گا، یا اگر غسل کے فرائض معلوم نہیں اور ہم نہا بھی رہے ہیں تو وہ نہانا بھی بیکار رہے گا، جب نہانا صحیح نہیں ہوگا، تو کوئی عبادت بھی صحیح نہیں ہوگی، معلوم یہ ہوا کہ ہر چیز کا جاننا ضروری ہے، تو جاننے کا بہترین طریقہ یہ ہے آپ لوگ یہاں حاضر ہوں، اللہ تعالی ایک ایک مسئلہ بھی ذہن میں ڈالے گا، تو آدمی کے پاس بہت سے مسائل ہوجائیں گے، بہت ساری چیزیں سیکھنے کی ہوجائیں گی، اس لئے کہ زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کی جتنی بھی چیزیں ہیں بے شمار ہیں، اور لامحدود ہیں، اس کے لئے وقت چاہئے، تو تھوڑا تھوڑا کر کے اگر حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، تو انشاء اللہ آتا چلا جائے گا اور سال بھر میں ۵۲/ ہفتے ہوتے ہیں، تو ۵۲/ مسئلے یا ۵۲/ موضوعات آپ کے پاس ہوجائیں گے۔

اللہ سے قریب ہونے کیلئے علم کا سیکھنا ضروری ہے:

اسی لئے اللہ تعالی نے خود قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ برابر نہیں ہوسکتے، تو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟ اس راستہ کو کیسے جاننا ہے، علم کو کیسے سیکھنا ہے، تو اس کے جاننے اور سیکھنے کے لئے اس مجلس میں آپ لوگ تشریف لاتے رہیں، تو آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کیسے ہمارے بزرگوں نے اور بڑوں نے محنتیں کی ہیں، پھر کیسے ان کو علم ملا ہے، اور جب ان کو علم مل گیا تو وہ اللہ تک کیسے پہنچ گئے، اللہ کی قربت کیسے حاصل ہوگئی، اس لئے بہت ضروری ہے کہ آپ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ علم کو جاننے کی کیا اہمیت ہے، سیکھنے کی کیا اہمیت ہے، سیکھنے پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے، سیکھنے پر سارا زور دیتے ہیں، ہم بچوں کو شروع ہی سے سکھاتے ہیں، تو سیکھنے کے سلسلہ میں ہمارے علماء نے، اکابر نے بہت تکلیفیں اٹھائیں، بہرحال علم سیکھو چاہے چین جانا پڑے، یا کہیں کا بھی سفر کرنا پڑے۔

علم دین بھی سیکھو اور دنیا بھی کماؤ:

علم دین کے متعلق صحابہ نے بہت مشقتیں برداشت کیں، ایک ایک بات کو سیکھنے کیلئے اگر گھر کے اندر دو آدمی تھے تو باری متعین کرلیا کرتے تھے، کہ بھائی میں مزدوری کرلیتا ہوں اور تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا اور جو باتیں وہاں مجلس میں ہوں تو وہ مجھ کو بتلا دینا اور مزدوری کر کے جو میں کماؤں گا وہ آپ کو بھی دوں گا، دونوں کا کام ہوجائے گا، پھر اگلے دن تم کام پر جانا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاؤں گا، تو ایسے باری متعین کرلیا کرتے تھے، تاکہ گھر کا کام بھی ٹھپ نہ ہو اور سیکھنا بھی مل جائے، علم بھی آجائے، کرنا تو ایسے پڑتا ہے، ایسا ہو نہیں سکتا کہ پوری عمر کاروبار ہی میں لگا رہے، اگر کاروبار ہی میں لگا رہے تو پھر دین نہیں سیکھ سکتا، یا اگر دین ہی میں لگا رہے تو پھر روزی روٹی کہاں سے آئے گی، تو اللہ نے توازن برقرار رکھنے کے لئے کہا ہے کہ دنیا بھی رکھو اور دین بھی رکھو، دونوں پلڑوں کو برابر لیکر چلنا چاہئے، دنیا تو دارالاسباب اور دارالامتحان ہے، اگر کسی

ایک پلڑے پر ہم وزن رکھ دیں تو وہ بھاری ہوجائے گا، ایسا نہیں توازن برقرار رکھو، ہمیں دنیا دی گئی ہے تو دنیا کو برتنا بھی ہے، اور آخرت کیلئے چونکہ ہم ہیں، اس لئے آخرت کے توازن کو بھی برقرار رکھنا ہے، تاکہ ہمارے دونوں ہاتھوں میں لڈو رہیں، دنیا میں لگ کر دین سے محروم نہ ہوجاویں اور خالص دین میں لگ کر دنیا سے محروم نہ ہوجاویں، حالانکہ خالص دین میں لگ کر کوئی محروم نہیں ہوا ہے، لیکن چونکہ ہماری عقل اسی حساب سے سوچتی ہے، سودے بازی کے حساب سے سوچتی ہے، اور یہ سوچتی ہے کہ بھائی کچھ جگاڑ بھی چلنا چاہئے، ورنہ کہیں نہیں سنا ہوگا آپ نے کہ بھائی وہ اللہ کے راستہ میں لگا اور بھوکا مرگیا، سنا ہے کبھی کسی نے کہ جی وہ اللہ کے راستہ میں لگ گیا تھا اور وہ بھوکا سڑ کر مرگیا، ہاں یہ ضرور سنا ہوگا کہ وہ آدمی کچھ کرتا نہیں تھا، لہٰذا وہ بھوکا مرگیا۔

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے:

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دونوں چیزوں کو رکھو، دین بھی برقرار رہے، اور دنیا بھی برقرار رہے: "لَارَهْبَانِيَةَ فِى الْإِسْلَامِ" اسلام میں رہبانیت نہیں، اس دین کو حاصل کرنے میں ہمارے اکابرین نے، ہمارے بزرگوں نے بہت محنتیں کی ہیں، امام ابو یوسفؒ بہت بڑے امام گزرے ہیں، انہوں نے دین کے سیکھنے میں بہت محنتیں کی ہیں، شروع میں تو ان کی والدہ نے دھوبی کی دکان پر بھیجا تھا کہ بھائی کچھ کام کرے گا، لیکن راستہ میں ان کو امام ابوحنیفہ جو بڑے عالم ہیں، جو ہمارے امام ہیں، ان سے وہ مل جاتے ہیں، امام ابوحنیفہ ان کو علم سکھاتے ہیں، اب وہ گھر جاتے ہیں، تو ایک روز ان کی ماں نے آکر شکایت کی، چونکہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا کہ جی میں نے تو اپنے بچہ کو بھیجا تھا کمانے کیلئے اور آپ اس کو کتابیں پڑھانے لگے، اس سے کیا ہوگا۔

آپ کا بچہ پستہ کا فالودہ کھائے گا:

امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ جو علم میں اس کو سکھلا رہا ہوں، اس علم کی برکت سے یہ پستے کے فالودے کھائے گا، اس زمانہ میں امام صاحب نے یہ بات فرمائی، اب تو ترقی کا زمانہ ہے، آج بھی فالودہ ہر جگہ دستیاب نہیں، مگر امام ابو یوسف کو اس زمانہ میں کہا گیا کہ پستے کے فالودے کھائے گا، فالودہ ایک اچھی غذا ہے، آپ نے کھایا ہوگا، بازاروں میں ملتا ہے، اچھی چیز سمجھا جاتا ہے، اور مہمان نوازی کے لئے پرلطف ہوتا ہے، اور جب پستہ ڈال دیا جائے اس میں تو پھر کیا ہی کہنا، بہت ہی اچھا ہوجاتا ہے، آج کل تو فریج میں رکھ کر ٹھنڈا کردیا جاتا ہے، تو کہا کہ یہ تو پستے کے فالودے کھائے گا، چنانچہ امام ابو یوسف قاضی بھی بنے، اور بہت بڑا ان کو مقام ملا، ہارون رشید جو خلیفہ تھا، بادشاہ تھا اس نے ان کو بلایا اور ان کو اعزاز دیا، اور ان کے سامنے پستہ کا فالودہ پیش کیا اور کہا کہ یہ میں اپنے لئے بنواتا ہوں؛ مگر میرے لئے کبھی کبھی بنتا ہے، لیکن یہ آپ کے لئے روزانہ بنوایا کروں گا، انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ کہا کہ فالودہ ہے، تو امام ابو یوسف کو یاد آگیا کہ "اوفو" یہ تو میری والدہ کے سامنے حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا تھا کہ یہ تو پستے کے فالودہ کھایا کرے گا۔

علم دین سے دین ودنیا دونوں بنتی ہے:

بتلانا یہ ہے کہ جب علم دین حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی دیتا ہے، دنیا کے پیچھے صرف دنیا ہی دنیا ملتی ہے، جیسا کہ میں نیا بھی بتلایا ہے کہ آپ نے کہیں یہ نہیں سنا ہوگا کہ وہ آدمی دین میں لگا ہوا بھوکا مرگیا، یہ ضرور سنا ہوگا کہ وہ آدمی دنیا کے پیچھے بھاگتا بھاگتا مرگیا، تو دین میں لگنے سے آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا میں بھی نوازتا ہے، اور آخرت میں کیا ملے گا، یہ تو آنکھ بند ہونے کے بعد ہی پتہ چلے گا، ابھی تو ہم تقریروں میں سن سکتے ہیں، حدیثوں میں پڑھ سکتے ہیں، لیکن جب یہ آنکھیں مرنے کے بعد دیکھیں گی، اس کا تصور نہیں کرسکتے، کتنی اللہ تبارک تعالیٰ کی نعمتیں اس وقت ملیں گی، دوسری چند مثالیں ایسی ہی دوں گا، ایک بزرگ گزرے ہیں، محقق حضرت سالم، وہ پہلے غلام تھے، تین سو روپئے میں بکے تھے، پہلے زمانہ میں غلام ہوتے تھے، باندیاں ہوتیں تھیں، تو ان کی خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، تو ایک حضرت سالم ہیں، وہ تین سو درہم میں بکے تھے، ان کو خریدا

گیا تھا، انہوں نے غلامی کی حالت میں علم حاصل کیا، قرآن وحدیث کو سیکھا، پھر ان کی یہ شان بنی کہ اس زمانہ کا جو بادشاہ تھا وہ ان سے ملنے کے لئے آتا تھا، اور ان سے ملنے کے لئے وقت لینا پڑتا تھا، ایک مرتبہ بادشاہ حاضر ہوا، کنڈی کھٹکھٹائی؛ لیکن انہوں نے ملنے کا وقت نہیں دیا، کون تھا وہ؟ وہ غلام تھا، جس کو آج ہم نوکر بلکہ نوکر سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں، نوکر کو بھی کچھ کچھ اختیار ہوتے ہیں؛ لیکن غلام تو وہ ہوتا تھا کہ اس کو اپنے کام کا بھی اختیار نہیں ہوتا تھا، اس آدمی نے جب علم حاصل کیا، جب سیکھا تو پھر وہ کس مقام پر پہنچا کہ بادشاہ کو اس سے ملنے کے لئے انتظار کرنا پڑتا تھا، پھر اللہ تعالی اس مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالی کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے:

ایک بات ضرور دھیان میں رہے کہ اللہ تعالی کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے، وہاں یہ نہیں کہ فلاں کو علم ملے گا، فلاں سید زادے کو ملے گا، فلاں خاندان والے کو ملے گا، فلاں امیر زادے اور فلاں شیخ زادے کو ملے گا نہیں اللہ کے یہاں یہ اجارہ داری نہیں ہے، جو بھی محنت کرے گا، جو بھی سیکھ لے گا، خود امام ابوحنیفہ جو ہمارے امام ہیں وہ تو کپڑا بیچتے تھے، کپڑے کا بزنس کرتے تھے، کپڑے کی تجارت کرتے تھے، لیکن جب علم سیکھا جب پڑھنے میں لگے تو پوری دنیا کے امام بنے، سب مانتے ہیں، تیرہ سو سال ہوگئے، ہم کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہ کو ماننے والے ہیں، حالانکہ وہ تو بزنس مین تھے، کپڑا بیچتے تھے، تو یہ علم آدمی کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے، اس میں یہ نہ سوچنا چاہئے کہ میں تو ستر سال کا، پچاس سال کا، میری تو ڈاڑھی سفید ہوگئی، میں کس طرح سیکھ لونگا، ہم آپ کو مثال بتلا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کپڑا بیچتے تھے، بڑی عمر کے تھے؛ لیکن جب سیکھنے لگے تو اس مقام پر پہنچ گئے، تو اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں ہے، جو بھی محنت کرے گا، وہی وقت کا مفکر، وقت کا امام، وقت کا علامہ سب کچھ بن جائے گا، دنیا بھی ملے گی اور دین بھی ملے گا، تو اللہ کے یہاں اس طرح کی کوئی اجارہ داری نہیں ہے، اللہ کے یہاں تو جو بھی خود محنت کرلے گا اور جو بھی جس طرح کی کوشش کرلے گا، اس کو اللہ تبارک وتعالی ایسے ہی نواز دیں گے اس لئے دوستو! سیکھنے کی کوشش کرو، علم دین سیکھنے والے کی کیا اہمیت ہے، آپ اندازہ لگائیے۔

علم دین کی برکت سے اس کی دعا قبول ہوئی:

محمود غزنوی کا نام آپ نے سنا ہوگا، ایک بادشاہ تھا، اس کا والد سبکتگین تھا، وہ بھی بادشاہ تھا، تو محمود غزنوی جب بادشاہ ہوا، تو اس کے ذہن میں کچھ سوالات آئے، اس کے ذہن میں ایک تو سوال یہ آیا کہ میرا باپ سبکتگین تو بادشاہ بعد میں بنا تھا، پہلے تو وہ فوج کا کمانڈر تھا، اس کے بعد بادشاہ بنا، تو آخر معلوم نہیں کہ میں اسی کا لڑکا ہوں یا کسی اور کا، اصل میں آدمی جب بڑا ہوجاتا ہے، سمجھدار ہوجاتا ہے، تو خیال آجاتا ہے کہ معلوم نہیں میرا باپ صحیح بھی تھا یا نہیں، یہ بات اس کے ذہن میں بھی آگئی، دوسرے اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مجھے پتہ چلنا چاہئے کہ افضل انسان کون ہے، اور تیسری بات یہ ذہن میں آئی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہئے، ایک دن وہ رات میں گشت کررہا تھا، بادشاہ تو تھا ہی، تو دیکھا کہ ایک محلّہ میں ایک طالب علم پڑھ رہا ہے چراغ کی روشنی میں، تو اس نے کہا کہ بھائی مطالعہ کرنا ہے، تو مسجد میں کرلیتا، کہ مسجد میں تو روشنی کے لئے چراغ نہیں ہے، اور اگر چراغ بھی ہے تو اس میں تیل نہیں ہے، یہاں فلاں مکان کی روشنی باہر آرہی تھی، اس لئے یہاں پڑھ رہا ہوں، تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا آج سے میں تیرے لئے روشنی کا انتظام کرتا ہوں تو اس میں پڑھ لیا کر، یہ کہہ کر چلا گیا اور اس کے لئے روشنی کا انتظام کردیا، ادھر اس طالب علم نے یہ دعا کی کہ یا اللہ اس آدمی کی جو بھی دلی تمنائیں ہیں، وہ سب پوری کردے، اب اس کے ذہن میں جو یہ تمنا تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہونی چاہئے، وہ جیسے ہی گھر جاکر لیٹا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خواب میں آتے ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خواب میں فرماتے ہیں کہ اے سبکتگین کے بیٹے! پھر ان کو بتلایا کہ جو علم سیکھتے ہیں اور سکھلاتے ہیں اور جو ان کی مدد کرتے ہیں وہ افضل ہیں، تینوں چیزیں مل گئیں، ایک تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا فرمانا کہ سبکتگین کا بیٹا، اس سے وہ سمجھا کہ میرا نسب صحیح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا، اب تو میں اپنے باپ کا صحیح بیٹا ہوں، اور دوسرا بتلادیا کہ بھائی افضل کون ہے، اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، تینوں تمنائیں اس طالب علم کی دعا کی برکت سے پوری ہوگئیں، جن کو ہم حقیر سمجھتے ہیں، اس طالب علم کی دعا کی برکت سے بادشاہ کے دل کی تمنا پوری ہوگئی۔

علم دین سیکھنے والے کی بہت اہمیت ہے:

ہم چھوٹے چھوٹے بچوں کو جو مکتب میں قرآن پڑھتے ہیں، کہتے ہیں اوادھر آ، اے اوادھر آ، گالی دے کر پکارتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم اللہ کے یہاں ان کا کیا مقام ہے، ان کے مقام کے بارے میں تو آپ کو بتلاتا ہوں، حضرت باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے شیخ ہیں، حضرت باقی باللہ بہت بڑے اللہ والے ہوئے ہیں، اتنے بڑے اللہ والے کہ تصور نہیں کیا جاسکتا، حضرت مجدد الف ثانی ان کے مرید تھے، یہ واقعہ اس لئے بتلا رہا ہوں تا کہ معلوم ہوجائے کہ طالب علم کی اہمیت کیا ہے، ایک مرتبہ ان کے مرید نے ان کے سامنے ان کی تعریف کی کہ ہمارے شیخ ایسے ہیں، ہمارے حضرت ایسے ہیں، چونکہ جو جتنا بڑا ہوجاتا ہے اس کی پکڑ اسی حساب سے ہوتی ہے، تو انہوں نے اپنی تعریف سن لی، تو ان پر جو کیفیات تھی اور جو مقامات اللہ نے دے رکھے تھے، اللہ تعالی نے سب چھین لئے، کہ اچھا اپنی تعریف سنتا ہے، ٹوکنا چاہئے تھا اس کو کہ نہیں نہیں میں ایسا نہیں ہوں، اگر ہماری کوئی تعریف کرے تو ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ کہنا چاہئے کہ نہیں ایسی بات نہیں، میں تو بڑا نالائق ہوں، چھوٹا انسان ہوں، ایسی بات کہنی چاہئے، اگر سن لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تعریف سن کر خوش ہورہے ہیں، اللہ اس پر پکڑ لیتا ہے، حدیث پاک میں بھی ہے کہ اگر کوئی کسی کے منہ پر تعریف کرے تو اس کے منہ پر مٹی پھینک دو، تو اتنے بڑے مقام پر ہونے کے بعد اللہ نے سب چیزیں چھین لیں، اور وہ خالی ہوگئے، اب انہوں نے کہا کہ یا اللہ یہ کیا ہوگیا اللہ کی طرف متوجہ ہوئے، توبہ کی، اور پھر اللہ کی طرف سے ان کو الہام ہوا کہ تم نے ایسی بات کی ہے، تم کو ہم ساری چیزیں واپس دیں گے، وہ جو مکتب میں چھوٹے چھوٹے بچے پڑھ رہے ہیں ان سے جا کر دعا کراؤ، اب صبح ہی حضرت اٹھے اور نماز کے بعد جہاں مکتب میں بچے پڑھ رہے تھے وہاں پہنچے، بچے بھی کھڑے ہوگئے، اور ان کے استاد بھی کھڑے ہوگئے کہ بھائی حضرت آگئے، وہ تو ان کے استقبال میں کھڑے ہوئے، تو حضرت نے کہا کہ بھائی کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ہے، مجھ کو تو خواب میں یہ حکم ملا ہے، آپ لوگوں سے دعا کرانے کے لئے، میں کچھ نہیں ہوں، آپ لوگوں کا مقام بڑا ہے اور مجھے تو اللہ تعالی کی طرف سے خواب میں یہ حکم ملا ہے، چنانچہ ان سب چھوٹے چھوٹے بچوں نے دعا کی اور استاذ نے بھی، اللہ نے پھر اسی مقام پر لوٹا دیا۔

علم دین کا راستہ جنت کا راستہ ہے:

عرض یہ کرنا ہے کہ یہ جو طلبہ پڑھتے ہیں، چھوٹے چھوٹے جن کا ناک بھی چل رہا ہے، پائجامہ بھی پھٹ رہا ہے، اللہ کے یہاں ان کا بڑا مقام ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو علم سیکھتا ہے "مَنْ سَلَكَ طَرِيْقاً يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ" کہ جو علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں، اور ایک حدیث میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ جو علم حاصل کرتا ہے، چاہے وہ ساٹھ سال کا، ستر سال کا، اسی سال کا بوڑھا کیوں نہ ہو، چاہے وہ دس سال کا یا پانچ سال کا بچہ کیوں نہ ہو، جو بھی علم حاصل کرتا ہے اس کے لئے سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں، اور جب وہ چلتا ہے تو آسمان کے فرشتے اپنے پر بچھا لیتے ہیں، کس لئے؟ علم کی وجہ سے، اگر آپ لوگ اس غرض سے یہاں پر آئے ہیں، تو انشاء اللہ خدا کی ذات سے امید ہے کہ فرشتوں نے آپ کے لئے پر بچھائے ہوں گے، اور سمندر کی مچھلیاں جیسا کہ ان بچوں کے لئے جو قرآن کو سیکھنے کے لئے آتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں، اسی

طریقہ سے آپ لوگوں کے لئے بھی آپ کے گھر سے یہاں تک فرشتوں نے پر بچھائے ہوں گے، اور سمندر کی مچھلیاں آپ لوگوں کے لئے بھی دعا کر رہی ہیں، اور فرشتہ آپ لوگوں کے لئے بھی پر بچھا رہے ہیں، کیونکہ آپ سیکھنے کے لئے آئے ہیں، اس راہ میں اگر آتے جاتے کسی کا ہم میں سے انتقال ہو جاتا ہے، تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا، کیونکہ علم دین کا راستہ جنت کا راستہ ہے، کتنا بڑا مقام ہے؟ کتنی بڑی فضیلت ہے؟ تو ہم لوگوں کو پتہ نہیں، ہم لوگوں کے پاس بہت بڑا خزانہ ہے، ہماری چھوٹی چھوٹی باتیں اور ہمارے چھوٹے چھوٹے عمل بھی اتنے مہتم بالشان اور اتنے اہم ہیں کہ اگر معلوم ہو جائے تو ہمیں خوشی سے بستروں پر نیند بھی نہ آئے، لیکن ہمیں اپنا مقام، اپنا مرتبہ معلوم نہیں ہے، چونکہ ایمان کی دولت اللہ نے ہم کو دی ہے، اب ایمان کے ساتھ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی اللہ کے یہاں سمندر کے برابر اور پہاڑوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

علم دین سیکھنے والے نبی کے مہمان ہوتے ہیں:

میرے دوستو! طالب علم کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے کیا کیا فضیلت رکھی ہیں اور کتنا بڑا مقام ہے، یہ علم سیکھنے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان بھی ہیں، مہمان رسول بھی ان کو کہا جاتا ہے، حضرت سائی توکل شاہ صاحب انبالہ میں ایک بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں، ان کا حال یہ تھا کہ ان کا دسترخوان مستقل جاری رہتا تھا، کوئی بھی آئے کھانا کھائے اور چلا جائے، سب آتے تھے، کھاتے تھے، پیتے تھے، اور چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں آئے اور فرمایا کہ سائی توکل شاہ تم نے کبھی ہماری دعوت نہیں کی، اللہ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو، یہ کئی دن تک چکر میں رہے، کہ کیا چکر ہے، دو، تین دن کے بعد پھر ان کو الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اوہو، چونکہ ساری مخلوق جو بھی آتی ہے، کھانا کھاتی ہے، مدرسہ کے بچوں کی، طلبہ کی دعوت نہیں کی، چنانچہ انہوں نے جو آس پاس میں مدرسے تھے، ان کے طلبہ کی دعوت کی، پھر ان کو معلوم ہوا کہ ہاں اب تم نے ہماری دعوت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اب تم نے ہماری دعوت کی، تو جس نے حضور کے مہمان کی دعوت کی ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ہے، تو یہ مقام ہے ان لوگوں کا، کوئی بھی ہو، اس میں کوئی عمر کی قید نہیں ہے، یہ ذہن میں سے نکال دیں کہ سیکھنے والا یا طالب علم وہ ہی ہے بس دس پندرہ سال کا بچہ، عمر کتنی بھی ہو جائے اس کی عمر سو سال کی ہے، اگر سیکھنے کی نیت ہے تو وہ طالب علم ہے اور وہ ہی مقام ہے اس کا اللہ کے یہاں بھی اور اللہ کے رسول کے یہاں بھی، اسی لئے ہمیں ایک تو نیت یہ بھی رکھنی ہے کہ ہمیں مرنے تک طالب علم ہی رہنا ہے، ہمیں یہ نیت رکھنی ہے کہ ہمیں مرنے تک سیکھنا ہی سیکھنا ہے، اب جب بھی ہماری موت آئے گی تو ہماری اس نیت پر آئے گی کہ ہم سیکھنے والے تھے۔

جب تک زندہ رہیں طالب علم بن کر رہیں:

جو مقام اللہ تعالی سیکھنے والوں کو دے گا وہ ہی ہم کو بھی ملے گا، تو آج سے یہ نیت رکھو کہ جب تک بھی جئیں گے انشاء اللہ ہماری نیت بھی ہے کہ سیکھنا ہی ہے، طالب علم ہی رہنا ہے، سیکھنے والا ہی رہنا ہے، جب یہ نیت رہے گی تو انشاء اللہ ہم خسارہ میں نہیں رہیں گے، ہم اپنا کاروبار کریں، بزنس کریں، نیت چونکہ اللہ تعالی نے ہماری یہ لکھ لی اپنے رجسٹر میں، اللہ کے رجسٹر میں ہم سیکھنے والے ہو گئے، طالب علم ہو گئے، وہ کٹیں گے نہیں انشاء اللہ، نیت ہم نے کر لی، کام بھی کرتے رہیں اور جب بھی موقع ملے، جہاں بھی موقع ملے کچھ بات سیکھیں سن کر، پڑھ کر، دیکھ کر، جیسے بھی موقع ملے، تو ان چیزوں کی نیت رکھنی ہے، تو انشاء اللہ اس علم کی برکت سے پھر ہماری دنیا بھی بن جائے گی اور دین بھی بن جائے گا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نیت بھی درست ہونی ضروری ہے۔

نیت درست ہونی چاہئے:

امام غزالی بہت بڑے امام ہوئے ہیں، وہ جب بغداد کے مدرسہ میں پڑھتے تھے، تو بادشاہ کو معلوم ہوا، کسی نے اطلاع کی کہ مدرسہ ٹھیک نہیں چل رہا ہے، اور مدرسہ میں جتنے بھی پڑھنے والے ہیں ان کی نیتیں

صحیح نہیں ہیں، تو اس نے سوچا کہ بھائی مدرسہ کو بند کر دیا جائے، لیکن پھر اس نے سوچا کہ پہلے میں خود جا کر جائزہ لے لوں، تو وہ آیا ایک روز، اور آ کر فلاں کمرہ میں گیا، ایک طالب علم سے ملے السلام علیکم کہا! بھائی کس لئے پڑھتے ہو، اس نے کہا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میرے والد ایک جگہ مفتی ہیں، میں ان کی جگہ پر اس عہدہ کو سنبھال لوں گا، دوسرے طالب علم سے پوچھا کہ تو کس لئے پڑھ رہا ہے؟ کہ میرے والد ایک جگہ قاضی ہیں، ان کی جگہ مجھے نوکری مل جائے گی اس لئے پڑھ رہا ہوں، اسی طرح دو تین سے اور پوچھا تو وہ بڑے مایوس ہوئے، آخر میں جب مدرسہ سے نکلنے لگے تو دروازے پر ایک طالب علم بیٹھا ہوا تھا، تو سوچا کہ چلو اس سے بھی پوچھ لیا جائے، سب ہی ایسے ہیں، یہ مدرسہ تو بند کرنا ہی ہے، اس کے پاس آئے، کہا السلام علیکم! کہ بھائی کیا کر رہے ہو؟ کہ جی پڑھ رہا ہوں، کس لئے پڑھ رہے ہو؟ اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ اللہ کی رضا حاصل کروں، اللہ کو راضی کروں اور جو علم سیکھ رہا ہوں اس کو دوسروں تک پہنچاؤں، اللہ کو راضی کروں اور جو سیکھ لوں اس کو دوسروں کو سکھاؤں، تو بادشاہ نے کہا کہ بس ٹھیک ہے، میرا مقصد حل ہو گیا، اور انہوں نے مدرسہ بند کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا، تو وہ کون بنے جو یہ بات کہہ رہے تھے، امام غزالی بنے، امت میں چودہ سو سالہ دور میں جو چند چوٹی کے لوگ ہوئے ہیں ان میں ایک امام غزالی بھی ہیں، ان چوٹی کے لوگوں میں یہ طالب علم تھے، ہم نے یہ جو نیت کی ہے، اس سے اللہ کی رضا مقصود ہو، کہ ہم سیکھیں گے، اور اللہ کو راضی کریں گے، اللہ راضی ہو جائے، بس پھر انشاء اللہ ہماری کامیابی ہے، اس لئے کوشش یہی کرنی ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے، ہمارے علم کے سیکھنے میں، ہماری محنت کرنے میں، ہمارے سب کچھ کرنے میں یہی چیز مقصود ہونی چاہئے، اگر یہ چیز مقصود ہے تو انشاء اللہ خدا کی طرف سے برکت ہوگی اور خیر ہوگی، اور پھر ایسی مدد ہوگی، ایسی مدد ہوگی کہ نہ تو دنیا کی روزی روٹی میں ہمیں کوئی خسارہ ہوگا اور نہ ہی آخرت میں کوئی خسارہ ہوگا۔

مزدوری کر کے علم دین کو سیکھا:

سفیان ثوری ایک بہت بڑے محدث گزرے ہیں وہ جس وقت طالب علمی کے زمانہ میں علم حاصل کر رہے تھے، ان کے دو اور ساتھی تھے، چونکہ پہلے زمانہ میں مدرسہ میں روٹیاں تو ملتی نہیں تھیں، مطبخ تو ہوتا نہیں تھا کہ مدرسہ کی طرف سے کھانا ملے گا، اپنا لیکر چلنا پڑتا تھا، استاد پڑھا دیا کرتے تھے، تو یہ تین ساتھی تھے، تو یہ اپنا ستو وغیرہ جو اس زمانہ میں لیکر گئے تھے، جب ان کی تعلیم کے تین دن باقی رہ گئے تو ان کا ستو اور کھانے کا جو سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا، اب سوچا کہ کیا کیا جائے، تو انہوں نے مشورہ کیا کہ دیکھو کل شام سے باری لگائی جائے، دو آدمی تو استاذ صاحب سے سبق پڑھیں گے، ایک آدمی مزدوری کر کے لے آئے گا، پھر شام کو کھانا کھالیں گے، اور جو ہم دونوں سیکھیں گے وہ اس کو سکھا دیں گے، دوسرے دن پھر ہم میں سے ایک چلا جائے گا، اور دو پڑھیں گے، وہ مزدوری کر کے لائے گا اور وہ دو اس کو سکھا دیں گے، تیسرے دن تیسرا چلا جائے گا مزدوری پر اور پھر جو ہم سیکھیں گے وہ اس کو سکھا دیں گے شام کو، پھر تین دن کے بعد ہمارا کورس ہماری تعلیم مکمل ہو جائے گی، پھر اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔

اللہ کے در کی مزدوری کی اجرت:

صبح کو ایک طالب علم ان میں سے متعین ہو گیا، اس نے سوچا کہ کہاں جاؤں، کہاں مزدوری کروں، تو اس نے سوچا کہ مسجد میں جاؤں، اللہ کے سامنے نفلیں پڑھوں گا شام تک، تو اس نے صبح ہی سے نیت باندھی، شام تک خوب اللہ تعالی کی عبادت کی، نفلیں پڑھیں، شام کو نفلیں پڑھ کر جب آیا تو ساتھیوں نے سوچا کہ بھائی لایا ہوگا کچھ دال روٹی، انہوں نے پوچھا کہ بھائی کچھ لائے ہو، کہ جی ہاں میں تو ایسے آدمی کی مزدوری کر کے آیا ہوں جس کی مزدوری ملنے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا کہ اچھا پھر تو ملے گی، انشاء اللہ تعالی، چلو ٹھیک ہے، اب وہاں کہاں کچھ ملنا تھا، آخر کار وہ لیٹ گئے ایسے ہی، وہ کہتا رہا کہ بھائی مزدوری تو میں ایسے کی کر کے آیا ہوں اور یہ بتایا نہیں کہ کس کی کر کے

آیا ہوں کہ جس کی کر کے آیا ہوں وہ تو کسی کو ایسے ہی واپس نہیں کرتا اور کسی کا پیسہ نہیں مارتا، اب صبح کو دوسرا آدمی گیا، اس کے ذہن میں بھی یہی آیا کہ مسجد سے اچھی کوئی جگہ نہیں ہے، اس نے بھی شام تک نفلیں پڑھیں، شام کو واپس آیا تو پوچھا کہ بھائی تو کیا کر کے لایا کہ بھائی میں بھی ایسے کی مزدوری کر کے آیا ہوں، جس نے کسی کو ٹھکرایا ہی نہیں، بتایا ہی نہیں ایک دوسرے کو کہ میں کیا کر کے آیا ہوں، اب تیسرے دن تیسرا آدمی گیا، اس نے بھی یہی کیا، مسجد میں گیا اور شام تک نفلیں پڑھیں، اب تیسرے دن رات کو اس وقت کا جو بادشاہ تھا، اس کو خواب میں آیا کہ بہت بڑا بھیانک خطرناک جانور اژدہا کی شکل میں اس کے سامنے ہے، جو اس کو ڈسنے والا ہے، بادشاہ ڈر گیا، تو اس نے پوچھا کہ بھائی کیا معاملہ ہے، تو اس بادشاہ کو حکم ہوا کہ تجھ کو پتہ نہیں؟ تو سو رہا ہے پڑا ہوا، سفیان اور اس کے دو ساتھی بھوکے ہیں، ان کی خیر خبر لے لے جا کر اگر تجھ کو اپنی خیریت چاہئے، وہ بھوکے مر رہے ہیں، چنانچہ وہ اسی وقت اٹھا اور اپنے کارندوں کو اطلاع دی، کہ جاؤ جلدی سے اور سفیان نام کا آدمی جہاں کہیں بھی ہو، یہ پیسے لے جاؤ نقد، پہلے یہ دینا اور پھر لانا بلا کر، جہاں بھی وہ مل جاویں، تھیلے لے کر مختلف علاقوں میں لوگ بھیج دئے، تھیلے بھر بھر کر کارندوں کو بھیج دیا، اب صبح ہی ان کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ بھائی اس نام کا کوئی ہے، پتہ چلا کہ سفیان اور اس کے ساتھی یہاں ہیں، انہوں نے کہا کہ ہمارے بادشاہ نے یہ تھیلے بھیجے ہیں، آپ ہی سفیان ہیں کیا؟ بادشاہ نے یہ تھیلے بھیجے ہیں، اور آپ کو بلایا بھی ہے، تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھائی ہمارے لئے دو راستے ہیں، یا تو اللہ کے دروازے پر جاویں یا حاکم وقت کے دروازے پر جاویں، یہ علم جو ہم نے سیکھا ہے، اس میں تو ہم نے یہ سیکھا ہے کہ حاکم وقت کے دربار میں نہیں جانا، اللہ ہی سے مانگنا، تب تو ہمیں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان پیسوں کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ تھیلے بھی ٹھکرا دیتے ہیں اور نہ حاکم وقت کے پاس گئے، اس علم کی اہمیت کی وجہ سے اللہ پر ان کا اعتماد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ یہ معاملہ کہ حاکم وقت کو بیدار کیا اور ان کی طرف سے استغناء کی یہ کیفیت کہ وہ سب ٹھکرا دیا۔

عالم دین کو استغناء کی صفت پیدا کرنی چاہئے:

جب اللہ تعالیٰ اس طرح کا مقام دیتا ہے اور اس طرح کی طلب ہو جاتی ہے تو علم ہی یہ سب چیزیں اس کو سکھاتا ہے ورنہ دنیا تو ملتی ہے، اگر اس کو شعور مل جائے تو پھر وہ ان دنیا کی چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا، کتنے اللہ والے، کتنے بزرگ ہیں، بعض علماء کے بارے میں آتا ہے کہ وہ پڑھا رہے تھے، مثلاً پیر پھیلا کر اور پھیر پھیلانا ان کی مجبوری تھی کسی وجہ سے، بادشاہ وقت آیا اور سامنے کھڑے ہو کر چلا گیا، یہاں تک کہ طلبہ کو شک ہو گیا کہ بس اب ان کی گردن اڑے گی اور ہمارے کپڑے خون سے خراب ہوں گے، لیکن وہ بادشاہ چونکہ سمجھدار تھے، خوش ہوئے اور واپس جا کر ہدیہ میں پیسوں کی تھیلی بھیجتے ہیں، تو ان کی طرف سے یہ جواب ہوتا ہے کہ جو پیر پھیلا لیتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، کہ جس نے پہلے ہی پھیر پھیلائے ہوئے تھے وہ ہاتھ نہیں پھیلائے گا، تو یہ استغناء پیدا ہو جاتا ہے، مگر کب؟ اس علم کی بدولت، جب جان لے، جب سیکھ لے، جب تک سیکھے گا نہیں تو اس کو یہ گر معلوم نہیں ہوں گے، جب سیکھ لے گا، تو اس کو اہمیت معلوم ہو جائے گی دنیا کی اور دنیا کی چیزوں کی اور دنیا کے منازل، مقامات اور مناصب کی اور اگر سیکھے گا نہیں تو اس کو نہیں پتہ کہ کس چیز کی کیا اہمیت ہے، کس چیز کا کیا مقام ہے؟ اسی لئے آج کی اس محفل میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جا رہی ہے، تاکہ آپ کو سیکھنے کی اور علم کی اہمیت معلوم ہو جائے اور پھر اسی طلب کے ساتھ آپ سیکھیں اور یہ نیت جیسا کہ آج ہم نے کر لی ہے کہ مرنے تک ہمیں سیکھنا ہے اور سیکھ کر اللہ کو راضی کرنا ہے، تو پھر انشاء اللہ ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا میں بھی کامیابی ملے گی اور آخرت میں بھی کامیابی ملے گی، اور پھر جو اعمال ہم کریں گے، تو اس میں بھی خیر اور برکت ہوگی۔

عالم عابد سے مرتبہ کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے:

اس پر ایک واقعہ سنا دیتا ہوں کہ اگر ہم عبادت کریں، اگر صحیح صحیح

کریں گے، سیکھ کر کریں گے، جان کر کریں گے تو صحیح ہوگی اور اگر بغیر سیکھے کریں گے، تو وہ گڑھے میں ڈالنے والی بھی ہوسکتی ہے، وہ کیسے؟ اس کی مثال دی جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "فَقِيهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ" کہ ایک جاننے والا، جو سیکھا ہوا ہو وہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے، شیطان ہزار عابدوں کو ایک سیکنڈ کے اندر پھندے میں لے لے گا، کیسے؟ اس کی مثال یہ کہ ایک آدمی پوری عبادت کرتا ہے لیکن مسائل اس کو معلوم نہیں ہیں، علم اس کے پاس نہیں ہے، نوافل بھی پڑھتا ہے، تہجد بھی پڑھتا ہے، پوری رات عبادت کرتا ہے، شیطان اس کو اگر کہہ دیتا ہے کہ چلو بھائی اللہ نے تیری تو نماز معاف کردی، اب اللہ کے یہاں تو اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ سب نمازیں تیری معاف ہیں، اب تجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، تو چونکہ اسے پتہ نہیں ہوگا، اب وہ خوش ہوجائے گا کہ اللہ تعالی نے بہت بڑا مقام اس کو دیدیا، بس یہی اس کو گڑھے میں ڈالنا ہے، حالانکہ جس کو معلوم ہوگا کہ بھائی نماز تو نبی سے بھی معاف نہیں ہوئی اور نبی سے بڑا کوئی درجہ بھی نہیں، نبی سے بڑا کوئی مقام ہے ہی نہیں، تو جب نبی سے نماز معاف نہیں ہوئی، تو میرے سے کیسے ہوسکتی ہے، بس یہ مثال ہے اس کی، ایسے بہت سے لوگوں کو بہکایا ہے شیطان نے، اس لئے جاہل عابد جس کو پتہ نہ ہو اس کی تو نماز کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، عبادت کا بھی کوئی بھروسہ نہیں، کس وقت شیطان اس کو بہکا دے، ہلکے سے پھندے میں شیطان اس کو پھنسا دے گا۔

شیطان ہر وقت اپنے داؤ میں رہتاھے:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بہت بڑے اللہ والے گزرے ہیں، ان کو ایک مرتبہ اخیر میں شیطان نے بہکایا، شیطان نے کہا کہ اے عبدالقادر! اللہ نے تجھ پر فضل فرمادیا ہے، تجھ کو ولایت کا مقام عطا فرمادیا ہے، اور تمہاری نماز بھی معاف فرمادی، وہ تو زبردست عالم تھے انہوں نے فوراً کہا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" تو شیطان ہے، تو شیطان نے پہلے ان کے کمرہ میں پورا نور کیا، ان کو متأثر کرنے کیلئے، لیکن وہ تو جانتے تھے، پھر شیطان جاتے جاتے کہہ گیا کہ جا عبدالقادر تجھے تیرے علم نے بچادیا، اب یہاں انہیں خوش ہوجانا چاہئے تھا، انہوں نے کہا کہ نہیں میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ نے بچایا، یہ ذرا ذرا سی باتیں ہیں، کیسے پکڑتا ہے شیطان؟ شیطان کے پھندے کو عام آدمی نہیں سمجھ سکتا، دیکھو جاتے جاتے بھی پوائنٹ مار کر گیا کہ عبدالقادر جا تیرے علم نے تجھے بچالیا، انہوں نے فوراً جواب دیا کہ نہیں میرے علم نے نہیں، بلکہ میرے اللہ نے بچالیا، تو میرے دوستو! اگر نہیں جانیں گے تو ہماری عبادت اور ہماری نمازوں کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے سیکھنے کی کوشش کرنی ہے آج ہی سے، اور آج سے ہم سب طالب علم ہیں اور مرنے تک انشاء اللہ طالب علم رہیں گے، اللہ تعالی ہم سب کو سچا طالب، سچا عالم، سچا متعلّم اور سچا سیکھنے والا بنائے، اور اللہ ہماری نیتوں کو بھی صحیح فرمائے اور اللہ ہم سب سے راضی ہوجائے اور جو نیت ہم کررہے ہیں مرنے تک اس پر ثابت قدم رہیں اور اللہ قدم قدم پر ہماری مدد فرمائے، نصرت اور رہنمائی فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

اعلان ملکیت فارم IV

مقام اشاعت:	مظفرآباد
پتہ:	مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)
مدت اشاعت:	ماہانہ
قومیت:	ہندوستان
ایڈیٹر:	محمد فرقان
ملکیت:	محمد فرقان

میں (محمد فرقان) تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا امور میرے علم کے مطابق صحیح ہیں۔

اصلاح معاشرہ

والدین اور اولاد کے درمیان رسہ کشی

چہ معنی دارد

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

آج کا ماحول اور معاشرہ سب کے سامنے ہے، اس معاشرہ میں جہاں اور بہت سی برائیوں پر نگاہیں ڈالی جاتی ہیں، اُس پر اچھی خاصی تقریریں کی جاتی ہیں اور مضامین بھی لکھے جاتے ہیں، وہیں پر ایک برائی اور بھی ہے جس پر نظر ڈالنا ہم سبھی کا فریضہ ہے، چونکہ یہ برائی آہستہ آہستہ ایک ناسور بنتی جارہی ہے، جس کے بارے میں ہم سبھوں کو غور کرنا ہوگا کہ آخر وہ کونسی برائی ہے جو ناسور بنتی جارہی ہے، ذرا غور کیجئے اور اپنے ذہن ودماغ کو سوچنے پر آمادہ کیجئے، دراصل وہ برائی ہے ''والدین اور اولاد کے درمیان رسہ کشی'' یہ وہ برائی ہے جو موجودہ معاشرہ میں بڑی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے، اور ہمیں احساس تک نہیں ہورہا ہے، جس کا تدارک آج ہر انسان کو خود کرنا ہوگا، تبھی انسان کو سرفرازی اور کامیابی مل سکتی، اور اگر اس میں کوتاہی اور لاپرواہی ہوئی تو اس کا انجام دنیا میں تو بھگتنا ہی ہوگا اور آخرت میں بھی اس کے نتائج خطرناک ثابت ہوں گے۔

ماں باپ ایک ایسی عظیم نعمت اور دولت ہیں جو دنیا میں ہر انسان کو صرف ایک ہی مرتبہ ملتی ہے، اگر یہ نعمت ایک مرتبہ چھین لی جاتی ہے تو پھر دوبارہ کبھی کسی کو نہیں ملتی، اس لئے ہر انسان کو اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے، دور حاضر میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ اولاد اپنے ماں باپ سے دوری اختیار کئے ہوئے ہے، اور دوسری طرف ماں باپ اپنی اولاد سے الگ تھلگ نظر آرہے ہیں، دونوں کے درمیان آپسی رسہ کشی اس قدر پھیلی ہوئی ہے جس کو بیان کردینا آج کے اس ماحول کے لئے بہت ضروری ہے، اور یہ عام بات ہے، جہاں دیکھو، جس کو دیکھو، یا جس سے ملاقات کرو، سبھوں کی زبان پر بس ایک دوسرے کے متعلق شکوے وشکایات کے الفاظ ہی سننے کو ملتے ہیں، کوئی اپنی اولاد سے پریشان ہے تو کوئی اپنے ماں باپ کی طعن وتشنیع سے گھلتا جارہا ہے، الغرض یہ بات مشاہدے کے بعد لکھی جارہی ہے، اس میں اچھے خاصے، پڑھے لکھے اور اپنے کو بزرگ کہنے والے حضرات بھی شامل ہیں۔

آج کل ماں باپ کو دیکھو تو ایسا لگتا ہے کہ شاید انہوں نے اپنی اولاد کی خاطر کچھ نہیں کیا، جب کہ یہ بات اولاد کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ماں باپ نے بچپن میں میرے ساتھ کیا کیا سلوک کئے، خود بھوکے رہے، پریشانی میں رہے لیکن اولاد کی ہلکی سی ایک آہ پر وہ بے تاب ہوجاتے؛ لیکن اولاد کی شادی کرنے کے بعد تھوڑا سا ہی وقت گزرتا ہے کہ وہی ماں باپ جو بچے کی پریشانی کو دیکھنا گوارہ نہیں کرتے تھے، آج وہی ماں باپ بیٹے کو پریشانی میں مبتلا دیکھ کر نظریں جھکا لیتے ہیں اور چھپ سادھ لیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ یہ غیر کی اولاد ہے، اور اگر دوسری طرف اولاد کو دیکھا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اولاد اپنے ماں باپ سے اس قدر نالاں ہیں کہ خدا کی پناہ، بعض لوگ تو اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہنے کے ساتھ مارنے پر بھی نعوذ باللہ تل جاتے ہیں، جبکہ اولاد کو یہ بات ان کے رگ وریشہ میں اچھی طرح پیوست ہے کہ ماں باپ ہی کے ذریعہ ہم دنیا میں آئے ہیں اور انہی کے دم سے ہمارا وجود ہے، الغرض والدین اپنی اولاد کے مجازی خدا ہوتے ہیں، ان کے سامنے اف تک کہنے کی اولاد کو اجازت نہیں ہے، مگر آج کا معاشرہ جو ہم سبھوں کے سامنے ہے، اس کے برعکس نظر آرہا ہے۔

اصل معاملہ کیا ہے؟ کمی کس کی ہوتی ہے؟ کس بات پر دونوں کے درمیان تناؤ پیدا ہوتا ہے؟ تو آیئے اس کے بارے میں ذرا غور کریں:

دیکھئے اللہ تعالی نے ہر ایک کے حقوق متعین کئے ہیں، والدین کے حقوق اولاد کے ذمہ رکھے ہیں، ایسے ہی والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق رکھے ہیں، اب اگر اولاد اپنے والدین کے حقوق کما حقہ ادا کرتے ہیں اور والدین اپنی اولاد کا حق کما حقہ ادا کرتے ہیں تو کبھی بھی ایک دوسرے کے درمیان رسہ کشی نہیں ہوگی، اصل چیز حقوق کی ادائیگی ہے، جب تک حقوق کی ادائیگی ہوتی رہے گی تب تک کوئی پریشانی نہیں ہوگی اور جب حقوق کی ادائیگی میں کمی آئے گی تب آپس میں تناؤ اور رسہ کشی پیدا ہوگی، لہٰذا جب یہ چیز کامل طریقے سے ادا ہوگی تو انشاءاللہ کبھی بھی رسہ کشی کی نوبت نہیں آئے گی۔

والدین اور اولاد کے درمیان رسہ کشی کی ایک بات اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ جب والدین اپنے بچے کی شادی کر دیتے ہیں، تو اولاد کے اندر وہ محبت والفت باقی نہیں رہتی جو شادی سے پہلے رہتی ہے، کیونکہ اس کی محبت دو جگہوں میں تقسیم ہو جاتی ہے: ایک طرف اس کے والدین ہوتے ہیں اور دوسری طرف اس کی شریک حیات بیوی ہوتی ہے، اب ظاہر سی بات کہ پہلے جیسی محبت کہاں رہے گی، والدین سوچتے ہیں کہ ہماری اولاد ہم سے کنارہ کشی اختیار کر رہی ہے، اس کا زیادہ وقت اپنی بیوی کے پاس گزرتا ہے، ہمارے پاس تھوڑا سا وقت دیتا ہے، اب اگر اولاد شادی کے بعد والدین کے پاس رہے یا ان کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگا رہے تو بیوی کے حقوق کی حق تلفی ہوگی اور اگر اپنی شریک حیات کا ہو کر رہے تو والدین کے حقوق کی حلق تلفی ہوگی، ایسی صورت میں ایک اولاد کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہوتی ہے، اس آزمائش میں پورا اترنا ایک ہونہار اولاد کے لئے بہت ضروری ہے، ایسی حالت میں اولاد کو پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔

عام طور سے شادی کے بعد حالات بدل جاتے ہیں، اولاد کے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں، جن کی وجہ سے پہلے جیسے حالات نہیں رہتے، تعلقات اور رشتہ داریوں میں آنا جانا کم ہو جاتا ہے، دوست واحباب سے کنارہ کشی ہونے لگتی ہے، اور آہستہ آہستہ والدین سے غیر معمولی دوری بھی ہونے لگتی ہے، دیکھنے والے کہتے ہیں کہ فلاں شادی کے بعد بہت بدل گیا، اس پر ایک واقعہ یاد آیا: ''ہمارے ایک دوست نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ہمارا ایک شاگرد تھا، جب اس کی سگائی ہوئی تو اس نے مجھے ہدیہ میں مٹھائی وغیرہ دیا، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، یہ کس خوشی میں ہے، تو اس نے کہا کہ آج میری سگائی ہوئی ہے یعنی فلاں جگہ میرا رشتہ طے ہوا ہے، اس خوشی میں آپ کیلئے ہدیہ لایا ہوں، میں نے کہا کہ بھائی آج تک تو تم ہمارے تھے؛ لیکن اب تو تم ہمارے نہیں رہے۔

کچھ دنوں کے بعد پھر وہی طالب علم ہدیہ میں کپڑے وغیرہ لیکر حاضر ہوا، میں نے کہا کہ یہ کیا چیز ہے، تو اس نے کہا حضرت! کل میری شادی تھی، اس لئے آپ کے لئے ہدیہ میں یہ سامان لایا ہوں، استاد صاحب نے کہا کہ اب تو تم اپنے ماں باپ کے بھی نہ رہے۔

کچھ دنوں کے بعد پھر وہی طالب علم ہدیہ میں خوب سارا سامان لایا جس میں کپڑے، جوتے اور مٹھائی وغیرہ بھی تھیں، میں نے کہا کہ کیا بات یہ سارا سامان کہاں لے جا رہے ہو، تو اس نے کہا کہ حضرت! یہ سب آپ کے لئے ہے، آپ دعا فرمائیے! میرے لڑکا پیدا ہوا ہے، اس پر استاد صاحب نے کہا بھائی! اب تو تم اپنے کے بھی نہ رہے۔

اس پر اس طالب علم نے کہا کہ حضرت! آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں، جب میں پہلی بار آپ کے پاس ہدیہ لیکر آیا تھا تب آپ نے یہی بات کہی تھی اور جب دوسری بار ہدیہ لیکر آیا تب بھی آپ نے یہی بات کہی تھی اور جب تیسری بار آپ کے پاس ہدیہ وغیرہ لایا تو پھر آپ نے یہی بات کہی، آخر مسئلہ کیا ہے؟ کون سی گستاخی میں نے آپ کے حق میں کی ہے، اس پر استاذ صاحب نے عرض کیا کہ بیٹے سنو! دراصل جب تمہاری سگائی ہوئی تو تمہارا تعلق بیوی سے ہو گیا، اس لئے تم ہم سے دور ہو گئے، پہلے تم ہفتہ، عشرہ میں کبھی کبھی فون کر لیتے تھے، اور اب تم نے فون وغیرہ کرنا بند کر دیا، اس لئے تم ہمارے نہیں رہے، اور جس دن سے تمہاری شادی ہوئی اسی دن سے تم نے اپنے والدین کی طرف

توجہ کم کردی، ان کو دیکھنا بھالنا کم کردیا اور اپنی بیوی کی طرف زیادہ توجہ کرلی، اس لئے تم اپنے ماں باپ کے بھی نہیں رہے، اور اب تمہارے لڑکا پیدا ہوگیا ہے، اب تم اپنے آپ سے بھی چلے گئے، کیونکہ اس سے پہلے تم جہاں کہیں کھانے کے لئے جاتے تھے یا کسی پارٹی میں مدعو کئے جاتے تو کسی کی فکر کے بغیر وہاں مستیاں لیتے اور مزے سے کھاتے پیتے تھے، مگر اب جب سے تمہارے لڑکا پیدا ہوا ہے، تو ہر وقت لڑکے کے متعلق سوچتے رہتے ہیں، اگر کھانے کی کوئی چیز آپ لیتے ہیں، یا کوئی دوست آپ کو کسی پارٹی میں مدعو کرتا ہے تو ساتھ میں اپنے لڑکے ضرور لیکر جاتے ہیں، خود کھائیں یا نہ کھائیں لڑکے کو ضرور کھلاتے ہیں، ایسے ہی جب تم کوئی سامان لیتے ہو، یا تمہیں کہیں سے ملتا ہے تو فوراً اپنے لڑکے کے بارے میں سوچتے ہو کہ یہ چیز اور سامان بیٹے کے لئے رکھ لیں، اس لئے اب تم اپنے آپ سے بھی چلے گئے، یہ صرف تمہاری ہی بات نہیں ہے بلکہ یہ عام بات ہے جو سب کے ساتھ ہے، اس میں کسی کا بس نہیں چلتا یہ تو ایک فطری چیز ہے، اب اگر اس چیز کو بے وفائی پر محمول کیا جائے یا غیروں سے دوری سمجھی جائے تو اس میں اولاد کی کیا خطا ہوسکتی ہے، اس کو ہر انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے:

کچھ تو مجبوریاں رہی ہونگی
یونہی کوئی بے وفا نہیں ہوتا

اب دوسرا پہلو دیکھئے جو سب سے اہم ہے، جس کے متعلق ہر شخص کو معلوم ہے کہ ''ماں'' کے قدموں کے نیچے جنت ہے اور ''باپ'' جنت کا دروازہ ہے، اور ہر انسان جنت طلب گار ہے، مگر جنت کو حاصل کرنے کے لئے کہاں تک کوشش کرتا ہے، اس بات کو ہر انسان کو سوچنا چاہئے، عام طور سے دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں دیکھ بھال اور ان کی اچھی نگہداشت کرتے ہیں، ورنہ اکثر لوگ اپنی بیوی بچوں میں الجھے ہوئے نظر آتے ہیں اور والدین کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، یہ بات سب کو یاد رکھنی چاہئے کہ والدین کی ناراضگی مانع جنت ہے اور ایسے شخص کی عاقبت خطرہ میں ہے، جس شخص سے ان کے والدین کسی وجہ سے ناراض ہوں تو چاہئے کہ وہ معافی تلافی کر کے جنت کا مستحق ہوجائے کیونکہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری حقوق العباد میں آتی ہے، اور حقوق العباد بندے کے معافی کے بغیر معاف نہیں ہوسکتی، اس لئے اولاد اپنے والدین کو کسی طرح یا کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے، چونکہ والدین کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے، خدا کی قسم والدین کی بددعا سے عرش بھی ہل جاتا ہے، ان کی ایک آہ! اولاد کی بربادی کے لئے کافی ہے، اس لئے کوئی اولاد اپنے والدین کو تکلیف نہ دے، والدین کی تھوڑی سی ناراضگی سے اولاد کی عاقبت خطرے میں پڑسکتی ہے۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ایک مشہور صحابی ہیں، ان کا آخری وقت ہے، موت سر پر کھڑی ہے، صحابہ کرام تلقین کررہے ہیں، کوشش کے باوجود کلمہ شہادت زبان سے جاری نہیں ہورہا ہے، اس تشویشناک حالت کی اطلاع دینے کے لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا، آپؐ نے فرمایا کہ علقمہ کے والدین زندہ ہیں، عرض کیا گیا کہ صرف والدہ زندہ ہے، جو بہت بوڑھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا کہ ان سے کہہ دو کہ اگر وہ میرے پاس آسکیں تو آجائیں، ورنہ میں خود آتا ہوں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام ان کو پہنچادیا، وہ کہنے لگی کہ میری جان آپ پر قربان میں خود ہی خدمت عالیہ میں حاضر ہوؤنگی، چنانچہ ڈنڈے کے سہارے آپہنچی اور سلام کر کے بیٹھ گئی، آپ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا: ''جو میں پوچھوں وہ سچ سچ بتانا اور اگر جھوٹ بولوگی تو مجھے وحی کے ذریعہ معلوم ہوجائے گا، بتاؤ علقمہ کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی کہ کثرت سے روزے رکھتا ہے، خوب نمازیں پڑھتا ہے، خیر خیرات کا کوئی حد وحساب ہی نہیں ہے، اللہ کے نبی نے فرمایا تمہارے اور اس کے تعلقات کیسے ہیں، عرض کیا کہ میں اس سے ناراض ہوں، پوچھا کیوں؟ اس لئے کہ وہ میرے مقابلہ میں اپنی بیوی کو ترجیح دیتا ہے، اپنی بیوی کی بات زیادہ مانتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس یہی وجہ ہے کہ ماں کی ناراضگی نے علقمہ کوکلمہ پڑھنے سے روک دیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیکھو! علقمہ کا آخری وقت ہے اور وہ اس وقت تنگی کے عالم میں ہے، تم اسے معاف کردو، تاکہ وہ کلمہ پڑھ لے'' ماں نے کہا میں اسے ہرگز معاف نہ کروں گی کیونکہ اس نے میرا دل بہت دکھایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے بلال! تم جاکر لکڑیاں جمع کر کے لاؤ تاکہ میں علقمہ کو آگ میں جلادوں'' اتنا کہنا تھا کہ بوڑھی ماں گھبرا اٹھی اور عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ میرے بیٹے کو میری آنکھوں کے سامنے جلائیں گے، میں یہ کس طرح برداشت کرسکوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت اور دائمی ہے، اگر تم یہ چاہتی ہو کہ اللہ تمہارے بیٹے کو معاف کردے تو اس سے معاف کر کے راضی ہو جاؤ، خدا کی قسم تمہاری رضا کے بغیر اس کی نماز اور روزے بالکل کام نہ آئیں گے، فوراً ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی، یارسول اللہ! آپ کو، اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے علقمہ کو معاف کردیا، اور میں اس سے راضی ہوگئی، اللہ کے نبی نے فرمایا بلال جاکر دیکھو علقمہ کی زبان پر کلمہ جاری ہوا یا نہیں، حضرت بلال جیسے ہی دروازہ پر پہنچے علقمہ کی آواز کان میں پڑی کہ وہ بآواز بلند کلمہ پڑھ رہے ہیں اور اسی روز حضرت علقمہ کا انتقال ہوا۔

لیکن افسوس کا مقام یہ بھی ہے کہ آج کل والدین کی سوچ میں کافی فرق نظر آرہا ہے، عام طور سے والدین اپنی اس اولاد سے زیادہ لگاؤ اور تعلق رکھتے ہیں، یا اس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں جو مال ودولت کے اعتبار سے اچھا اور برسرروزگار ہوتا ہے، برخلاف دوسری اولاد کے اگر وہ مالی اعتبار سے کمزور ہے، یا روپیہ پیسہ کی فراوانی اس کے پاس نہیں ہے تو وہ والدین کی نظروں کو نہیں بھاتا، یا والدین اس کو حقیر سمجھتے ہیں، تو ظاہر سی بات ہے کہ اولاد کے دل میں والدین کے تئیں نفرت سی پیدا ہوگی، جس سے والدین کے درمیان دوری پیدا ہوتی ہے، اور یہ صرف والدین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے، کوئی اولاد یہ نہیں چاہتی میں اپنے ماں باپ سے دور رہوں، مگر اب حالات ایسے ہوگئے ہیں کہ جو اولاد ماں باپ کو خوب کما کر زیادہ سے زیادہ روپیہ پیسہ دیتی ہے تو اس سے والدین خوش رہتے ہیں اور اس کی بیوی اور بچوں تک کی نگہداشت کرتے ہیں، مگر جس اولاد کے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہوتا، یا کم ہوتا ہے، تو والدین کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، گھر میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوتی، اس کی بیوی اور بچوں سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی ہے، چاہے وہ کتنا ہی پرہیزگار کیوں نہ ہو، یہ والدین کی سب سے بڑی کمی ہے، جب کہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی میری اولاد ہے، میرے ہی خون پسینہ سے وجود میں آئی ہے، اب اس کی قسمت میں زیادہ مال نہیں ہے، تو اس میں اس کی خطا کیا ہے؟ اس سلسلہ میں والدین ہوش کے ناخن لیں اور غور کریں کہ کل قیامت کے دن اس اولاد کے متعلق بھی تم سے سوال ہوگا جس کی تم نے ناقدری کی، اس کو حقیر سمجھا اور اس کو تم خاطر میں نہیں لائے، جبکہ والدین کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اولاد کے حقوق بھی میرے ذمہ ہیں، جس طرح میرے حقوق اس کے ذمہ ہیں، اس لئے مجھے ہر اعتبار سے اولاد کے تئیں سوچنا ہے، اس کے حقوق ادا کرنا ہے، اب اگر اس کے حقوق صحیح طریقے پر ادا نہیں ہوں گے تو کل قیامت کے دن وہی اولاد اپنے والدین کا ہاتھ پکڑ لے گی اور کہے گی کہ آپ نے میرے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا، تو اس وقت والدین اپنے کئے ہوئے پر نادم وپشیماں ہوں گے، لیکن وہاں نادم ہونے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، اس لئے والدین کو بھی غور کرنا ہوگا اور اپنی عاقبت کے بارے میں سوچنا ہوگا۔

غرضیکہ ہر انسان چاہے وہ اولاد کی صنف میں آتا ہو، یا والدین کے صنف میں آتا ہو، سبھوں کو حقوق کے متعلق سوچنا ہوگا، جب دونوں طرف سے سوچا جائے گا اور حقوق کی ادائیگی پوری ہوگی تو ایک دوسرے سے گلے وشکوے خود بخود ختم ہوجائیں گے اور آپس میں جو دوریاں پھیلی ہوئی ہیں یہ سب ختم ہوجائیں گی، نہ والدین اپنی اولاد کو برا کہے گی اور نہ اولاد اپنے والدین برا بھلا کہے گی، اللہ تعالیٰ سب کو سوچنے سمجھے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❁❁❁

لمحہ فکریہ

مسلمانوں کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

مولانا مفتی محمد نسیم رحمانی القاسمی، دہلی

ملکی حالات بگڑتے جا رہے ہیں، ہمارے حقوق دبانے کی کوشش منظّم طریقے سے کی جا رہی ہے، ایک طرف حقوق کی پامالی ہے، تو دوسری طرف فسادات کی بھرمار، تیسری طرف ہمارے رہنماؤں میں اختلافات تو چوتھی طرف ہمارے اداروں پر گہری اور عداوتی نظر...؟؟

مرکزی پیمانے پر مسلمانوں کا کوئی ایسا ادارہ بننے نہیں دینا چاہتے کہ جس پر قوم وملت کھڑی ہو سکے، ان کا اپنا وجود مستحکم ہو سکے، بلکہ جزئیات میں ہمیں الجھا دیا جاتا ہے تاکہ ہمارے بڑے امور پائے تکمیل کو نہ پہنچ سکے، ان حالات میں ہمیں متحدانہ، مستحکم اور مثبت انداز میں قدم اٹھانا ہوگا:

لمحوں نے خطاء کی تھی صدیوں نے سزا پائی

ان حالات کا مقابلہ کرنا ہم سب کا اہم ترین فریضہ ہے، امت مسلمہ کے درد پر شفقت کا ہاتھ رکھنا درحقیقت حکم خداوندی ہے، سچر کمیٹی اور رنگ ناتھ مسرا رپورٹ کے مطابق ان مکاتب و مدارس میں مسلمانوں کی کل آبادی کے دو فیصد افراد تعلیم حاصل کر رہے ہیں؛ لیکن اعلی مذہبی تعلیم حاصل کرنے والی تعداد تو اس دو فیصد حصہ کا دسواں بیسواں حصہ بھی نہیں ہے؛ پھر بھی مدرسوں سے سندِ فراغت حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد اتنی کم نہیں ہے کہ اسے نظر انداز نہ کیا جا سکے، پورے ملک کے مدارس کا جائزہ لیا جائے تو کم وبیش ۹ر ہزار طلبہ ہر سال فارغ ہوکر آبادی کے اس سیلاب میں شامل ہو جاتے ہیں، یہ ایک معقول تعداد ہے اور دیکھا جائے تو یہ تعداد اتنی قوت رکھتی ہے کہ مسلمانوں کے فکر وخیال پر اثر انداز ہو سکے اور ان کے دل ودماغ پر اپنا نفوذ قائم کر سکے، آج بھی عالمگیریت کے فروغ نے مغربی اقدار کو مشرقی تہذیب پر حاوی کر دیا ہے اور بے شمار لوگ مذہب کو ایک غیر ضروری چیز کہہ کر اس سے اپنا دامن بچانے لگے ہیں؛ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ مذہب کی آغوش میں ہی زندگی گزارنے کا متمنی ہے، ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ وہ لوگ جن پر دعوت دین کی ذمہ داری ہے، وہ مسلمانوں کے اس طبقے کو مذہب سے وابستہ کرنے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

جب آپ کوئی کام کرتے ہیں تو ہزاروں نگاہیں آپ کی طرف دیکھتی ہیں کچھ اس لئے کہ وہ آپ کی تقلید کرنا چاہتی ہیں اور کچھ اس لئے کہ انہیں آپ کے کمزور پہلوؤں کی جستجو ہے، آپ کو ہر وقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے، اس وقت آپ مقامی سطح سے لیکر بین الاقوامی سطح تک ہر جگہ فرقہ پرستوں، مذہب سے بے زاری رکھنے والوں اور تجدد پسند کے نشانے پر ہیں، آپ کو ان سب کا مقابلہ کرنا ہے اور ان کی نگاہوں سے خود کو بچانا ہے، ایک اور دشمن جو اس وقت آپ کی گھات میں ہے وہ ہے میڈیا جسکی آنکھ ہر وقت اور ہر لمحہ آپ کے گرد طواف کرتی ہے؛ آج اس نے آپ کی شبیہ ایک ایسے دہشت گرد کی بنا دی ہے جو پوری دنیا میں تشدد، شورش اور تخریب کا ماحول پیدا کر رہا ہے، ان حالات میں جبکہ علماء دین اور مدارس اسلامیہ کے لئے دنیا تنگ ہوتی جا رہی ہے، آپ سب حضرات کو اپنی ذمّہ داریوں کا بھرپور احساس کرنا چاہئے اور اپنے کردار وعمل کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہئے، اس وقت حالات اور خوف کے سائے جو ہمارے ماحول پر مسلط ہو چکے ہیں وہ یقیناً دیر تک رہنے والے نہیں ہیں، اگر اپنے کردار وعمل پر پختہ رہے اور ہم نے اپنی ذمّہ داریوں کی قیمت پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا تو اتنی جلد ان طاغوتی قوتوں

کوشکست ہوگی کہ جن مدارس کو وہ دہشت پسندی کا مرکز قرار دیتے تھے دراصل وہی امن پسندی کا محور ہیں؛ جن لوگوں کو دہشت گرد کہا جاتا تھا وہی لوگ امنِ عالم کا حقیقی داعی ہیں اور جن مذہب کو وہ تشدد کا نقیب کہتے نہیں تھکتے تھے وہی سلامتی کا امین ہے۔

مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح کیلئے چند اصول بیان کئے گئے ہیں:

(۱) تقوی۔

(۲) اعتصام بحبل اللہ۔

(۳) فضول خرچی سے اجتناب۔

جب دل میں اللہ کا خوف آئیگا تو دنیا کا خوف نکل جائیگا، جب "اعتصام بحبل اللّٰہ" اپنائیں گے تو "وانتم الاعلون" کا مظاہرہ ہوگا، اس وقت عوام تو عوام اہل علم بھی توجہ نہیں دیتے! اپنے پیسوں کو صحیح مصرف میں خرچ کیجئے، خاص طور سے تعلیم کی راہ میں لگائیے، آج لوگ مکان بنانے میں، شادیوں میں اور دوسری تقریبات میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ یہ فضول خرچی، نہ ہمارے کام کی ہے نہ ملت کے کام کی، اس لئے آپ اپنے پیسے اداروں کے قیام میں لگائیے، یہ آپ کی ذاتی ذمہ داری بھی ہے اور ایمانی وانسانی ذمہ داری بھی؛ کیونکہ آپ کے یہ ادارے ہی آپ کی توانائی ہیں، یہی ملت کی شناخت ہے، ہمارے آپکے گھر ملت کی شناخت نہیں ہیں اور مستقبل کیلئے ذاتی ضرورتوں، ذاتی خواہشوں اور بے سمت امنگوں پر قابو پانا نہایت ضروری ہے، یاد رکھیئے اس وقت ہمارے وطن عزیز کو اچھے، سچے، پکے اہل علم، باکردار اور آفاقی سوچ رکھنے والے انسانوں کی اشد ضرورت ہے، آپ اس کا حصہ بن جائیں گے تو ملک وملت کا بھی بڑا فائدہ ہوگا۔

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱-مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۲۰/روپے
۲-بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰/روپے
۳-جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۵/روپے
۴-ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰/روپے
۵-رہنمائے سلوک وطریقت ۲۰/روپے
۶-مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا ۱۰/روپے
۷-الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا ۳۰/روپے
۸-التدخین بین الشرع والطب ۲۰/روپے
۹-حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپے
۱۰-سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ ۱۰۰/روپے
۱۱-تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ۱۰۰/روپے
۱۲-تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ ۱۰/روپے
۱۳-تذکرہ علامہ سید سلیمان ندوی ۱۰/روپے
۱۴-تذکرہ حضرت مدنی ۱۰/روپے
۱۵-چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید ۱۵/روپے
۱۶-مقالات ومشاہدات ۳۰/روپے
۱۷-مکتوبات اکابر ۳۰/روپے
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ۱۰/روپے
۱۹-افکار دل (۳۰ تقریروں کا مجموعہ) ۱۰۰/روپے
۲۰-تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری ۲۰۰/روپے
۲۱-مدارس کا نظام تحلیل وتجزیہ ۲۰/روپے
۲۲-سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰/روپے
۲۳-میری والدہ مرحومہ (نقوش وتأثرات) ۱۵/روپے
۲۴-قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت ۱۰/روپے
۲۵-لڑکیوں کی اصلاح وتربیت ۱۵/روپے
۲۶-تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری ۱۰/روپے
۲۷-نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا ۲۰۰/روپے
۲۸-ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری ۲۵/روپے
۲۹-تصوف اور اکابر دیوبند ۲۰/روپے
۳۰-امامت کے احکام ومسائل ۱۰۰/روپے
۳۱-فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۱۰/روپے
۳۲-Rules of Raising Funds ۱۰/روپے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

یادرفتگاں

تبلیغ دین جن کا رہا مقصد حیات

مولانا سید محمد ریاض ندوی کھجناوری

تمہید:

سرزمین کاندھلہ علم وفضل ومعرفت الٰہی کی سرزمین ہے، یہاں ایسے ایسے نفوس قدسیہ نے جنم لیا، جنھوں نے بلاتفریق مذہب وملت ہندوستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے تمام ملکوں میں دین وایمان کی شمع روشن کی، اور راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا اور اپنی پوری زندگانی اس مشغلہ میں صرف کی، جن کی دینی جدوجہد کے انمٹ نقوش ساری دنیا میں ہمیشہ تابندہ رہیں گے، آباء واجداد وخاندان کے بڑے بڑے مشائخ واکابر یہاں تک کہ گاؤں وقصبہ کے بڑے عالم باعمل کی بہت سی عبادتیں وعادتیں بچہ اور پڑوسی کے اندر منتقل ہوتی ہیں، انہی سرزمین اور خاندان میں مولانا زبیرالحسن صاحب کاندھلوی بھی تھے، مولانا کے خاندان کا امتیازی وصف اور زندگی کا مشن امت کو قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی گزارنے کی تھی، غرضیکہ مولانا مرحوم کا خاندان کئی پشتوں سے دین کی بلندی اور سرفرازی میں منہمک ہے۔

ولادت:

مولانا زبیرالحسن صاحب کاندھلوی کی پیدائش سہارن پور کیا عالم اسلام کی ممتاز اور عالمی شہرت یافتہ شخصیت تبلیغی نصاب کے مؤلف قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ کے دولت کدہ پر ۳۰/مارچ ۱۹۵۰ء میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ جو ''حضرت جی'' کے نام سے موسوم تھے، اور حقیقی معنوں میں حضرت جی کا صحیح مصداق تھے، جو ایک عرصہ تک تبلیغی جماعت کے امیر رہے۔

تعلیم:

مولانا مرحوم حفظ قرآن کی ابتداء وقت کی نابغۂ روزگار شخصیت، قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے پاس ہوئی، حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد گھر پر ہی عربی درجات کی مختلف کتابیں پڑھی، کیونکہ گھر پر والدین اور اعزہ واقرباء کی قربت اور ان کے زیر سایہ شفقت کسی مدرسہ سے بڑھ کر تھی، پھر ۱۹۷۱ء میں جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور میں فضیلت کی سند حاصل کی، اسی دور میں شاید کسی بزرگ کی نظر ان پر پڑی جس سے ان کے دل کی دنیا ہی بدل گئی، خصوصاً حضرت شیخ اور ان کے والد جلیل کی خاص نگاہ ان پر تھی، اور ان کی تربیت میں ان دونوں شخصیات کو بڑا دخل تھا، آپ کے بڑے اساتذہ میں مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ اور حضرۃ العلام محدث کبیر مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم قابل ذکر ہیں۔

تدریسی وتبلیغی مشاغل کا آغاز:

فراغت کے بعد کاشف العلوم نظام الدین میں آپ نے تنویر نبوت کی ضوفشانی کی اور ایک لمبے عرصہ تک خدمت حدیث میں ہمہ تن مشغول ومصروف رہے، یہاں تک کہ آپ کو ۲۰/سال حدیث شریف کی سب سے معتبر ومستند ومقبول کتاب بخاری شریف پڑھانے کا شرف حاصل رہا، جامعہ مظاہرعلوم سہارن پور سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی سب سے پہلی تقریر ۹/اگست ۱۹۷۴ء میں جمعہ کے روز جامعہ مظاہرعلوم وقف سہارن پور کی جامع مسجد میں مجمع خاص وعام میں ہوئی، جس وقت والد محترم ''حضرت جی'' بھی موجود تھے، لیکن یہ سوچ کر وہاں سے چلے گئے کہ فرزند عزیز کو پہلی تقریر میں کوئی جھجھک نہ پیش آئے، ان کے ہمراہ حضرت شیخ بھی تھے، دونوں حضرات مسجد سے گھر آ گئے، ان دونوں اکابر کا مولانا زبیرالحسن صاحبؒ کو تقریر کا

یہ پہلا موقع دینا تھا، اس کے بعد کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، اور زندگی بھر اپنی تقاریر، بیان اور دعاؤں سے تشنگان دین کی پیاس بجھاتے رہے، ہندو بیرون ہندان کے دعوتی اسفار برابر جاری وساری رہتے، انہوں نے گاؤں گاؤں، محلّہ محلّہ اور قصبہ قصبہ لاکھوں لوگوں کے قلوب کو ایمانی حرارت سے منور کیا، ان کے روحانی فیوض و برکات ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں میں ان کے ذریعہ کلمہ توحید، نماز کی تلقین اور فکر آخرت اجاگر ہوئی اور خلق خدا کو غیر معمولی دینی وایمانی فائدہ پہنچا، چونکہ ان کی زبان وبیان میں بڑی تاثیر تھی، اس لئے کہ وہ قول وعمل میں یکساں تھے ، ذکر اللہ کی کثرت نے ان کی زبان کے اندر بلا کی تاثیر اور دن رات کے مجاہدے نے ان کی زبان میں ایک اسپرٹ پیدا کردی تھی، اورخلوص نے اس کو اور نکھار ا تھا، جب وہ حشر کا منظر بیان کرتے تو مجمع پر سکتہ سا طاری ہوجاتا، ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مشعل راہ تھے، مردہ دلوں کی مسیحائی ان کا شیوہ تھا۔

عام طور پر وہ اپنی تقاریر میں لوگوں کو اخروی زندگی کی یاد دہانی اور دنیوی جھمیلوں سے بچنے کی تلقین کرتے تھے، سنت مطہرہ پر عمل کرنے کی کوشش کراتے، بدعات سے بچنے کی پرزور تائید کرتے تھے، تبلیغی کام سے جوڑتے تھے، بے راہ روی اور وقت کے ضیاع سے بچاتے تھے، یہ ان کے خلوص ہی کا اثر تھا، کہ لوگ ہجوم در ہجوم ان کے کلمات کو سنتے اور عمل کرنے کے لئے بیقرار نظر آتے تھے، حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے ۱۹۹۵ء میں اس دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد متفقہ طور پر ہندوستان میں مولانا زبیر الحسن صاحبؒ کو امیر منتخب کرلیا گیا تھا، جب کہ اہل میوات مولانا سعد صاحب کاندھلوی کی امارت پر اصرار کررہے تھے، یہ صورتحال دیکھ کر علماء نے نظام امارت کو تحلیل کر کے شورائی نظام بنایا، جس میں ہندوستان سے مولانا محمد سعد کاندھلوی ، مولانا زبیر الحسن صاحب مرحوم اور پاکستان سے عبدالوہاب صاحب کو منتخب کیا گیا، اس طرح تبلیغی جماعت میں شورائی نظام کی ابتدا بھی حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ کے ساتھ ہوئی۔

اجازت بیعت وخلافت :

آپ کی دین اسلام کی تئیں عظیم خدمات اور دن رات محنت وشفقت او راس عالی جذبہ کو دیکھ کر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ نے ۱۰؍فروری ۱۹۷۸ء میں آپ کو اجازت وخلافت سے نوازا، آپ کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ کے سلسلہ میں اپنے والد محترم حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ سے بھی بیعت وخلافت حاصل تھی، اس کے بعد مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ نے بھی اجازت وخلافت سے نواز کر اعتماد کا اظہار فرمایا، اس اعلی مقام پر فائز ہونے اور مخلوق خدا کے اتنے زیادہ قرب کی بنا پر بھی اس خاموشی کے ساتھ عظیم کام انجام دینا اس دور میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے، نہ کبھی ہنگامہ، نہ احتجاج، نہ زیادہ باتیں، نہ کسی کام میں دخل اندازی اور نہ اپنے کام میں باہر کے لوگوں کی رائے کی کوئی اہمیت ،شورائی نظام، امیر کی اطاعت کا التزام، اپنا مال اور وقت لگانے کی باتیں، سادگی ان کا امتیاز ، چھ باتیں ان کا نصاب ، مستقل سرگرم رہنا ان کی عادت، نمود ونمائش سے کوسوں دور بس قصر اسلام کی بنیاد مضبوط کرنے کی دھن رات دن لگے رہتے تھے۔

بالآخر ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء اپنے رب حقیقی سے جا ملے، عجیب اتفاق کہ جس مہینہ میں آپ کی پیدائش ہوئی اسی مہینہ میں اللہ نے اپنے پاس بلالیا، آخیر میں ضمیر ہاشمی کا شعر بھی ان کی سوغات کے لئے پیش کیا جارہا ہے:

داعی تھے اصل میں جو رہ مستقیم کے
تبلیغ دین جن کا رہا مقصد حیات
جن کی دعا کے ساتھ برستی تھی رحمتیں
نقصان عظیم قوم کا حضرت کی ہے وفات
اللہ ان کو خلد میں اعلی مقام دے
نعم البدل بھی ہمیں کوئی نیک نام دے

❀❀❀

جرأت ایمانی

طیب اردغان کی جرأت کو سلام

مولانا فتح محمد ندوی، نئی دہلی

یہودی قوم آج جس سرزمین کو اپنے مذموم مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے جارحانہ عزائم سے معصوم اور بے گناہ انسانوں کو تہہ تیغ کر رہی ہے اس سے پہلے بھی یہ مقدس سرزمین جو انبیاء کا مسکن رہی ہے اور یہاں سے نسل انسانی کی رہبری کے لئے ہدایت کے چشمے پھوٹے، کئی مرتبہ تباہ و برباد ہو چکی ہے، بلکہ اس سرزمین پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ وقت کے ظالم و جابر حکمرانوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس کو چٹیل میدان میں تبدیل کر دیا تھا، اور یہی نہیں بلکہ لاکھوں سے زائد بے گناہ انسان اس میں پیوند خاک ہو چکے ہیں، آج پھر ارض مقدس اپنی ماضی کی تاریخ دہرا رہی ہے، یہودی قوم جن کے عتاب کا شکار آج یہ سرزمین بنی ہوئی ہے اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے ظلم و بربریت اور سفاکانہ حرکت سے ماضی کے ان تمام ظالم و جابر بادشاہوں کے ظلم وستم کو پیچھے چھوڑ کر تاریخ میں ایک ایسے سیاہ باب کا اضافہ کیا جسے قیامت تک نہیں بھلایا جا سکتا۔

آج جس طرح غزہ میں نہتے مسلمانوں کو محصور کر کے ان پر آگ برسائی جا رہی ہے اور وہاں کے لوگوں کو غذا اور ضروری اشیاء سے محروم کر کے ان کی مشکلوں کو مزید طول دیا جا رہا ہے اور ہر وہ طریقہ اغیار کی طرف سے وہاں کے بے گناہ مسلمانوں پر اپنایا جا رہا ہے جو انسانیت کو شرمسار کر دے، اور اب حالات اس قدر نازک ہو چکے ہیں کہ غزہ کی سرزمین ان لوگوں کے لئے جو وہاں محصور ہیں ہر دن ایک نئی مصیبت لے کر نمودار ہو رہی ہے، جبکہ آج جو صورت حال غزہ اور اس فلسطین کی ہمارے سامنے ہے بالکل یہ ہی صورت حال اس سرزمین پر ان یہودیوں پر گزر چکی ہے؛ لیکن یہ قوم جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ''سانپ اور سانپوں کے بچے بتایا تھا'' ماضی کے ان تمام واقعات کو بھول گئی جس کا مزہ وہ اہل روم اور دنیا کے دوسرے جابر حکمرانوں کے ذریعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار چکھ چکی ہے، یہی ہولناک محاصرہ جو غزہ میں یہودیوں کی طرف سے سالوں سے جاری ہے اسی طرح رومیوں نے ان کا محاصرہ کیا تھا جو تاریخ کے صفحات میں موجود ہے، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں: ''رومی فوج نے شہر کے قریب پہنچ کر اپنا قاصد بھیجا اور باشندگان شہر سے کہا، کہ شہر حوالہ کر دیں مگر وہ بیت المقدس کے مستحکم حصار اور آہنی عمارت جنگ کی طرف سے مطمئن تھے، انہوں نے تسلیم شہر سے انکار کر دیا، اب رومی فوج کے لئے محاصرہ ناگزیر تھا، تیس ہزار آہنی پوش فوج نے چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا، بیت المقدس اس وقت نہایت ہی محفوظ تھا، یکے بعد دیگر تین نہایت ہی مستحکم شہر پناہ تھیں اور ان کے باہمی فاصلے مدافعت کے آلات اور اسباب جنگ کے لئے نہایت ہی مضبوط عمارتیں رکھیں تھیں، طیطس نے اپنی فوج کے چار حصہ کر دئے اور وہاں کے تمام درخت اکھڑوا ڈالے گئے تھے تاکہ فوجی نقل وحرکت میں مانع نہ ہوں، اطراف شہر کی سرسبزی کا اس وقت یہ حال تھا کہ یہ تمام قطعات طرح طرح کے شاداب درختوں کی کثرت سے جنت ارض کا منظر معلوم ہوتے تھے اور اس کے بعد ایک ایسے مقام پر رومی فوج خیمہ زن ہوگئی جہاں سے چند برج تعمیر کئے گئے اور ان میں بیٹھ کر بیت المقدس پر جنگی گولے برسانے شروع کر دئے۔

یہ وہی بیت المقدس تھا جس کو خدائے ذوالجلال نے اپنی رحمت و برکت کا نشیمن بنایا تھا، بنی اسرائیل کی عظمت و جبروت کے سیلاب اس

کی شہر پناہ سے نکلتے تھے اور دنیا کی بڑی بڑی عظیم الشان سرزمینوں کواوران کے بسنے والوں کو بہالے جاتے تھے مگرانہوں اس پیمان عہد کو توڑ دیا جومصر کی غلامی سے نجات پانے کے بعد خداوندقدوس سے سینا کے پہاڑ پر باندھا تھا، جب وہ طرح طرح کی بداعمالیوں اورفسق وفساد میں مبتلا ہوگئے تو رحمت الٰہی ان سے روٹھ گئی اوراس نے اپنی برکت کی جگہ اپنے قہروغضب کوبھیج دیا، خدا کا اس دنیا میں سب سے بڑا قہر یہ ہے کہ وہ کسی قوم سے حکومت وفرمانروائی چھین کراور غیرقوموں کی غلامی و محکومی کی زنجیریں اس کے پاؤں میں ڈالدے، پس یہودیوں کے لئے اب دنیا میں اس سزا کے سوا کچھ نہ تھا، بدبخت نے فوج کشی اور بابل کی قید کے بعدعزیرعلیہ السلام کی آہ وزاری نے ان کی سزا کی مہلت بڑھادی تھی، پرانہوں نے اسی فرصت سے فائدہ نہ اٹھایا، اس لئے ضروری تھا کہ آخری غضب الٰہی کسی جابرقوم کے استبداد وتسلط کی شکل میں ظاہرہواوراب وہ جب کسی قوم سے روٹھتا ہےتو اس کی عادت ہے کہ اپنی کسی جابرمخلوق کواس پر مسلط کردیتا ہے، پھروہ اس کے تخت حکومت کوالٹ دیتی ہے، غلامی ومحکومی کی بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈال دیتی ہے، عزتِ ملی اورشرف قومی کی روح اس کے اندر سے کھینچ لیتی ہے، رومیوں کا یہ حملہ یہودیوں کے لئے اسی سلسلہ غضب الٰہی کی آخری سزا تھی جس کے بعد بنی اسرائیل کی عظمت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا، یہ قوموں کے اعمال کے قدرتی نتائج ہیں جس بیت المقدس پر ملائکہ الٰہی رحمت وبرکت کے پھول چڑھاتے تھے آج حملہ آوروں کے برجوں سے اس پر پتھروں اور گولوں کی بارش ہورہی ہے، یہودی اب نہایت مضطرب ہیں کیونکہ رومیوں کی تاب نہ لاکرمحصورین کے دل بیٹھ گئے اوران کی ہمتوں نے جواب دیدیا کیونکہ رومی فوج نے محصورین پراس قدرگولہ باری کی کہ یہودی بالکل مایوس ہوکر پیچھے ہٹ آئے، وہ برابر ہلاکت اور بربادی پھیلاتے رہے اورآگے بڑھتے گئے یہاں تک کہ آخری شہر پناہ میں شگاف پڑ گئے، اس سے بڑھ کرمصیبت عظمیٰ یہ تھی آتش انگیز روغن کی بارش نے مقدس ہیکل کی دیواروں تک پہنچنا شروع کردیا تھا، بدبخت یہودیوں نے ہرچندکوشش کی مگراپنی ہزار سالہ عظمت کو نہ بچاسکے اورعروج وزوال امم کے قانون الٰہی کے نفاذ کو کوئی انسانی سعی روک نہ سکی، ایک دن صبح کو یہودیوں نے دیکھا کہ رومی لشکرعظیم قتل وغارت کے ہتھیار ہاتھوں میں لئے آخری شہر پناہ سے اندرداخل ہورہا ہے، پھروہ سب کچھ ہوا جواس کے بعد ہونا تھا اس قتل و غارت کا کون اندازہ کرسکتا ہے جوکئی دن تک اسی قیدی شہر میں جاری رہا، عورتوں اور بچوں کوخونخوار فاتحین کی تلوار سے امان نہ تھی، عمارتیں جل رہی تھیں اور دیواریں زمین کے برابر ہوگئی تھیں جو بچ رہے تھے وہ قیدی بنائے گئے اور جو بھاگ گئے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزار سالہ گھر کی نسبت کوئی اچھی خبرنہیں سنی۔

ان مذکورہ تاریخی واقعات سے اندازہ لگانا مشکل نہیں اوراس کے علاوہ بھی اور بہت سے حساس واقعات ہیں جوآرائش صفحات تاریخ میں موجود ہیں لیکن یہ قوم جس کے اندر احسان فراموشی، ظلم وعصیان اور ماضی کے واقعات پرغفلت اورنسیان دوسری قوموں کے مقابلہ زیادہ ہی پایا جاتا ہےاورآج اسی کا یہ قوم فلسطین میں مظاہرہ کررہی ہے اوران یہودیوں نے ماضی کے تمام حساس واقعات کو بھلا کر ایک مرتبہ پھر فلسطین میں نسل کشی اور حیوانیت کا ایسا ننگا ناچ ناچا جس سے پوری انسانیت سکتہ میں پڑگئی اورابھی بھی ان کے ظلم وبربریت کی داستاں جاری ہےاوروقت گذرنے کے ساتھ ساتھ مزید بڑھتی جارہی ہے لیکن ابھی تک ان کی آتش انتقام ٹھنڈی نہیں ہوپائی۔

واقعہ یہ ہے کہ کمزوراور نہتے مسلمانوں پردہشت وبربریت کے وہ تمام اصناف جوموجودہ دور میں ایجاد ہوچکے ہیں ایک ایک کرکے آزمائے جارہے ہیں، جبکہ دنیا کے تمام امن پسندلوگ ان کے خلاف احتجاج ومظاہرہ کررہے ہیں، لیکن ان درندوں نے نہ کبھی پہلے دنیا کی اس چیخ وپکار پرعمل کیا اور نہ اب امید کی جاسکتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی باب سماعت کوہی مسدود کر رکھا ہے؛ لیکن بہر حال جلسے اور احتجاجی مظاہرے یہ جمہوری حق ہے، اس قوم کے لئے جس کے اندر

ضمیر ہولیکن جن کا ضمیر مردہ ہو چکا ہواور انسانیت کی محبت اور ہمدردی ان کے دل ودماغ سے نکل چکی ہو تو ان کے سامنے احتجاجی مظاہرے بے کار ہیں۔

جبکہ تاریخ میں عروج وزوال ارتقا وانحطاط کوئی نئی بات نہیں یہ زندہ قوموں کی تاریخ کا ایک حصہ ہے اگر آج اسرائیل کو اپنی جنگی طاقت پر ناز اور غرور ہے، تو فصل بہار ہم پر بھی گزر چکی ہے، زمانہ ہم سے ہمیشہ برگشتہ نہیں رہا تاریخ پھر عود کرے گی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر قوموں کے عروج وزوال کے تعلق سے صاف اور واضح طور سے بیان کیا ہے ''امید ویاس، خوشی وغمی، فتح وشکست کے ایام ہیں جو نوبت بہ نوبت تمام انسانوں پر گزرتے رہتے ہیں''۔

بہر حال ہم اہل فلسطین کو مبارک باد دیتے ہیں جنہوں نے اپنی بہادری اور ہمت واستقلال سے دشمنوں کے تمام منصوبوں کو ناکام بنادیا، تمام دنیا کو معلوم ہے کہ اسرائیل کے پاس تمام جدید جنگی سازوسامان کثیر تعداد میں فراہم ہیں اور ان کے مقابلے میں اہل فلسطین کے پاس کچھ بھی نہیں بلکہ ان کے پاس کھانے کی ضروری اشیاء جو انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہے اس کے لیے بھی وہ دوسروں کے محتاج ہیں، گویا وہ اس وقت بالکل بے یارو مددگار مظلوم ومحصور ہیں اس کے باوجود انہوں نے جانفروشی کی دنیا کے سامنے وہ نظیر پیش کی جو ان لوگوں کے لیے درس عبرت ہے جنہوں نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے اور انہوں نے اپنے قلب وجگر پر جمود وتعطل کے تالے لگا کر ان کی چابیوں کو اپنے مغربی آقاؤں کے سپرد کردی، یہی وجہ ہے کہ آج ان کو فلسطین میں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے کیونکہ وہ اپنے قوت سماعت پہلے ہی کھو چکے ہیں، دوسری طرف اہل فلسطین نے اس بات کو بھی ثابت کردیا کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے جنگی ساز وسامان کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں کیونکہ طاقت کے زور پر ایک ظالم وجابر قوم وہ تمام اسباب اختیار کرسکتی ہے جس سے دشمن پر غلبہ حاصل ہوجائے؛ لیکن دلوں پر کسی کی حکومت نہیں ایک طاقتور قوم اپنی دفاعی طاقت سے قوموں کے دلوں کو چھین لے ایسا ہرگز نہیں، اس لیے اگر آج فلسطینی مسلمانوں کے پاس وہ جنگی ساز وسامان نہیں جس سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکے؛ لیکن ان کے سامنے غزوۂ بدر جو دشمنوں کے مقابلے میں اسلام کا سب سے پہلا معرکہ تھا اس کا پیغام ہے جس میں یہ بات دشمن کے خلاف پہلے ہی معرکہ میں ہی ثابت ہوگئی تھی کہ جنگ جدید جنگی ساز وسامان اور کثرت تعداد پر موقوف نہیں، یقیناً جس طرح غزوۂ بدر میں دشمنوں کے پاس جنگی ساز وسامان کی کثرت تعداد کے باوجود فتح مسلمانوں کی ہوئی اسی طرح فتح اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی ہی ہوگی، دوسری سب سے اہم بات جب کسی قوم کے اندر حریت پرستی، مصائب پر صبر، پختہ ایمان، جوش حق، حفظ وطن ہوتو دنیا کی کوئی طاقت اس کو شکست نہیں دے سکتی اور یہ تمام چیزیں ہمیں بروقت اہل فلسطین کے مسلمانوں میں نظر آرہی ہے جو ایک ظالم وجابر قوم کا تنہا نصف صدی کے زائد سے مقابلہ کررہے ہیں۔

ہمیں سب سے زیادہ افسوس ان عرب حکمرانوں پر ہے جنہوں نے اپنی غفلت اور لعنت میں گرفتار اور غیروں کی غلامی ومحکومی کا طوق پہن لیا، افسوس کی بات یہ ہے کہ اگر مظلوم فلسطینیوں کی حمایت اور ہمدردی میں کوئی دوسرا حکمراں بولتا ہے، تو اس کی آواز سے آواز ملانے سے بھی ان کی زبانیں بند ہوجاتی ہیں، حمایت اور تائید تو ندارد، حال ہی میں ترکی کے وزیراعظم طیب اردغان نے جس جرأت اور بے باکی سے غزہ کے محصورین کی مدد اور انسانی بنیادوں پر ان کے ساتھ معاملہ کی اپیل، موصوف وزیراعظم نے عالمی برادری سے کی، اس کے لئے یقیناً وہ پوری امتِ مسلمہ کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

سفرنامہ

المعہد الاسلامی مانک مئو میں حاضری

محمد مسعود عزیزی ندوی

شہر سہارنپور کے جنوب میں تقریباً ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک بستی ''مانک مئو'' کے نام سے آباد ہے، وہاں پر لب سڑک ایک ادارہ قائم ہے، جس کو ''المعہد الاسلامی'' کہا جاتا ہے، اس ادارہ کے روح رواں اور ناظم حضرت مولانا محمد ناظم ندوی ہیں، جن کی محنتوں اور کوششوں سے یہ ادارہ ایک تناور درخت کی طرح نظر آرہا ہے، اور ''اصلها ثابت وفرعها فی السماء'' کا منظر پیش کررہا ہے۔

راقم کی حضرت مولانا محمد ناظم ندوی سے جب بھی ملاقات ہوتی تو وہ اپنے ادارے میں حاضری کی دعوت دیتے، ان کی کئی مرتبہ دعوت کی بنا پر مجھے شرم آئی کہ بڑے کسی چھوٹے سے محبت کا معاملہ کریں تو اس کو بھی اس کا لحاظ کرنا چاہئے، چنانچہ راقم نے ارادہ کیا کہ ضرور حاضری دی جائے اور ۱۵/اپریل کو بعد نماز ظہر ''المعہد الاسلامی مانک مئو'' میں حاضری ہوئی، مولانا ناظم ندوی صاحب سے ملاقات ہوئی، بہت خندہ پیشانی سے ملے، راقم ان کی تواضع، ملاقات اور ان کی علمی اور ادبی گفتگو سے بہت متأثر ہوا، مولانا سے زمانہ طالب علمی سے دید وشنید اور ملاقات ہوتی رہی ہے، جس زمانہ میں راقم مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں پڑھتا تھا، تو ان کی ایک کتاب ''شاہکار تقریریں'' دیکھی تھی، ملاقات پر میں نے اس کا بھی تذکرہ کیا اور ان کی ادبی تحریروں کے اندر جو شگفتگی اور متانت ہوتی ہے اور ماہنامہ ''حراء کا پیغام'' کے آخر میں ان کا جو آخری صفحہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اور ان سے معلوم کیا کہ آپ کو یہ تحریری اور ادبی ذوق کیسے حاصل ہوا، اور چونکہ وہ ضلع سہارنپور کے پہلے ندوی ہیں، اس لئے ان سے اس سلسلہ میں بھی بات چیت کی کہ آپ کو اس زمانے میں ندوہ پہنچنے کا کیسے خیال پیدا ہوا اور کیا محرکات وعوامل تھے جس کی بنا پر آپ ندوہ گئے، مولانا نے اس سلسلہ میں بڑی متانت سے گفتگو کی، علاوہ ازیں ایک فکری مشورہ بھی پیش کیا کہ نوجوان قلم کاروں کی ہر ماہ ایک مجلس ہونی چاہئے، جس میں کسی علمی اور ادبی موضوع پر تحریری طور پر کچھ لکھ کر پیش کیا جائے اور اس سلسلہ میں ورکشاپ منعقد ہوتی رہے، جس سے آپس میں قلمکاروں کا ایک جوڑ اور رابطہ رہے گا، اور بہت سی چیزیں سامنے آئیں گی، راقم کو یہ بات بہت پسند آئی، میں نے عرض کیا کہ اس کی ابتداء کردی جائے اور آپ کی سرپرستی میں یہ سفر طے ہونا چاہئے۔

معہد الاسلامی کے سلسلہ میں مولانا نے بتلایا کہ ۱۹۹۰ء میں اس کی تاسیس ہوئی، اور موجودہ جگہ پر ۱۹۹۲ء سے شروع ہوا، یہ ادارہ پہلے مانک مئو گاؤں میں تھا، بعد میں اس کے لئے لب سڑک زمین خریدی گئی، فی الحال الحمدللہ اکیس بیگہ اراضی پر ادارہ کی عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں، اس وقت المعہد الاسلامی میں ایک ہزار ترپن (۱۰۵۳) طلبہ تعلیم حاصل کررہے ہیں، اس ادارہ میں عربی کی تعلیم ندوہ کے نصاب کے مطابق عالیہ ثانیہ تک ہے، جہاں عصری تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے، یہاں سے ایک فکری ماہنامہ ''حرام کا پیغام'' بھی نکلتا ہے۔

راقم نے یہ سوچا کہ المعہد میں حاضری ہورہی ہے تو اس معہد کے آخری درجہ کے طلبہ کے لئے کوئی علمی تحفہ پیش کرنا چاہئے چنانچہ ''سراج القاری شرح صحیح البخاری'' جو حضرت مولانا عبدالرحیم متالا زامبیا کی تصنیف ہے، اس کی تین جلدیں عالیہ ثانیہ کے تمام طلبہ کے لئے پیش کیں اور کچھ قرآن شریف بھی معری اور مترجم مولانا کی خدمت میں ہدیہ کئے، مولانا نے اس کیلئے یہ تقریب کی، کہ عربی درجات کی عمارت کے ایک دفتر میں تمام طلبہ کو حاضر کیا...... ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۴۰ پر﴾

حقیقت یا سراب

ایران میں مہدی کا خواب

مولانا محمد جنید قاسمی مرکز التراث الاسلامی دیوبند

اسلامی عقائد و تعلیمات سے ہٹ کر عبداللہ بن سبا یہودی کے ذریعہ ایجاد کی گئی تعلیمات پر اسلام کا لیبل لگا کر اس کو عملی جامہ پہنانے والے شیعوں کا یہ نظریہ ہے کہ بارہویں امام ''ابوالقاسم محمد المنتظر المہدی جن کی پیدائش ۲۵۴یا ۲۵۵ ہجری میں ہوئی، وہ امام ۴ یا ۵ رسال کی عمر میں اصل قرآن جو چالیس پارے پر مشتمل تھا، اسے لیکر غار سرّ من رأہ میں چھپ گئے ہیں، اور قیامت سے پہلے اس غار سے ظہور فرمائیں گے، جب کہ اسلامی عقیدے کے مطابق یہ بے پرکی اور بے دلیل بات ہے اور واقعہ یہ ہے کہ قرب قیامت میں جہالت چھا جائے گی اور لوگ گمراہی کے دہانے کو پہنچ چکے ہوں گے، ایسے وقت میں مدینہ منورہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک نیک بندے کی پیدائش ہوگی، جو من جانب اللہ ہدایت یافتہ ہوں گے، لوگ ان کو دیکھ کر راہ یاب ہوں گے، اس لئے ان کو مہدی کے لقب سے یاد کیا جائے گا، ان کا نام محمد ہوگا اور ان کے والد کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہوں گے۔

ایسنا ISNA(Iranian Students' News Agency) کے نام سے ایرانی جامعات کے طلبہ نے اپنے جامعہ کی ایک خبر ایجنسی کی بنیاد ۴ رنومبر ۱۹۹۹ء میں رکھی، اس ایجنسی کی جانب منسوب گذشتہ دنوں مختلف روزناموں میں ایک اہم خبر پڑھنے کو ملی، جس میں علامت قیامت کے طور پر ظاہر ہونے والے حضرت مہدی علیہ الرضوان کے عنقریب ظہور اور ان کے استقبال کیلئے تیار رہنے کی بات کہی گئی ہے۔

ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ خامنہ ای کے مقرب اور ایران کی گارڈن کونسل کے رکن ''احمد جنتی'' شیعہ مجتہد نے ایک حکومتی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''امام مہدی موعود کے ظہور کا زمانہ قریب آچکا ہے، ہمیں ان کے استقبال کی تیاری کے ساتھ ساتھ ان کے احکامات کی اطاعت پر عمل درآمد کے لئے خود کو تیار رکھنا چاہیے، حضرت مہدی اپنے حامیوں اور وفاداروں کو تنہا نہیں چھوڑیں گے، ہمیں بے تابی سے ان کا انتظار ہے وہ جلد ہمارے درمیان جلوہ افروز ہونے والے ہیں، نیز انہوں نے اس سے قبل بھی ایک دوسرے پروگرام میں کہا تھا کہ زیادہ سے زیادہ احتجاجی مظاہروں کے نتیجے میں امام مہدی ظاہر ہو سکتے ہیں''۔

اور ایرانی سپریم لیڈر کے ایک دوسرے مقرب خاص ''محمد سعیدی'' شیعہ مجتہد نے بھی ملکی، علاقائی اور عالمی سطح پر امام مہدی کے استقبال کی تیاری پر زور دیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ ہم جس دور میں رہ رہے ہیں، یہی امام مہدی کے ظہور کا زمانہ ہے۔

حالانکہ بات ایسی ہرگز نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کے لیے قابل قبول ہے، اخبارات اور بالخصوص روزناموں میں اس قسم کی خبریں شائع کرنا مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے مترادف ہے، اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اپنے انہی غیر معتدل اور من گھڑت نظریات کے سبب اہل ایران صرف مہدی کے آمد کے ہی منتظر نہیں بلکہ ساڑھے تین ہزار سے زائد مہدی کے جھوٹے دعویداروں کی ضیافت بھی کر چکے ہیں، ملاحظہ کے لئے ایک تازہ اخباری انکشاف پیش ہے:

گذشتہ چھ برس سے اب تک ایران میں ساڑھے تین ہزار سے زائد ایسے افراد جو خود کو امام مہدی کہلواتے تھے اور ان میں سے بعض نے نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا، انہیں ایرانی حکومت نے مختلف جیلوں میں بند کر دیا ہے اور جیل سے باہر معاشرے میں ان کے لاکھوں کی تعداد میں حواری موجود ہیں، ۴ راپریل ۲۰۱۳ء سے قبل ۱۳ ردنوں کے اندر ایرانی سیکورٹی اہلکاروں کے ہاتھوں ۲۰ رایسے جھوٹے دعویداروں کی

گرفتاری عمل میں آئی تھی، جنہوں نے مہدی المنتظر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ سارے واقعات ۲۰ر مارچ کے بعد سے مختلف مواقع پر قم کی مشہور مسجد ''جمکران'' میں پیش آئے، جہاں فریب کار ہزاروں افراد کی موجودگی میں قرآن کریم پر حلف اٹھا کر امام مہدی المنتظر کا دعویٰ کرتے رہے، جن کی تصدیق کے لئے سینکڑوں افراد موجود رہے۔

ایرانی اخبار نے ان دنوں گرفتار ہونے والے کذابوں کے حوالے سے کہا تھا کہ تقریباً ۱۰ر ہزار سے زائد ایرانی باشندے امام مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہوکر ان کے ساتھ وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہیں۔

اور جریدہ ''القدس'' کے مطابق ایران کی جیلوں میں ساڑھے تین ہزار سے زائد کذاب قید ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ہزاروں حواری اور چیلے موجود ہیں، یہ چیلے ان کی رہائی کے منتظر رہتے ہیں اور ان کی تفویض کردہ تعلیمات اور ذمہ داریوں کو جانفشانی سے پورا کرتے ہیں، ان سب افراد کا مرکز اور نقطہ اتحاد مذہبی شہر قم کی مسجد جمکران ہے۔

مزید جریدہ ''القدس'' نے اپنی رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ ایران میں امام مہدی ہونے کے دعوے پہلی بار نہیں کئے جارہے ہیں بلکہ ایسے مذموم دعوے کرنے والے افراد کی تعداد کے حوالے سے ایران دنیا بھر میں اوّل نمبر پر ہے، اس وقت ایرانی جیلوں میں ساڑھے تین ہزار ایسے افراد قید کی سزا کاٹ رہے ہیں جو ۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۲ء تک کے دوران مختلف مواقع پر امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے رہے ہیں، مہدی ہونے کے دعوے داروں میں پہلا نام ''علی رضا بیغان'' کا آتا ہے، جسے ۲۰۰۸ء میں ایرانی حکام نے پھانسی دی، اس شخص نے ''منجی'' کے نام سے ویب سائٹ کھول کر اٹھارہ ہزار سے زائد افراد کو اپنا تابع بنا لیا تھا اور اپنی ''تبلیغ'' کے لئے کئی کتابیں اور لٹریچر بھی شائع کئے تھے، اس شخص نے قم کی مسجد ''جمکران'' کو (نعوذ باللہ) خانہ کعبہ قرار دیا تھا اور اپنے متبعین کو خانہ کعبہ کے بجائے اس جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کی تاکید کرتا تھا، ایران میں مہدی ہونے کے دعویدار صرف مرد ہی نہیں ہوئے، ۲۰۰۶ء میں ایرانی حکام نے ''فریدہ'' نامی ایک خاتون کو گرفتار کیا تھا، جس کا دعویٰ تھا کہ وہ (نعوذ باللہ) امام مہدی کی اہلیہ ہے۔

حضرت مہدی علیہ الرضوان کے تعلق سے یہ واقعات نئے نہیں، اس سے قبل بھی جھوٹی مہدویت کے دعویداران اور ان کے لئے راستہ ہموار کرنے والے بہی خواہان اپنے منطقی انجام کو پہنچتے رہے ہیں اور اسی قسم کے شوق دلانے کے سبب دور حاضر میں بھی بے شمار جھوٹے مہدویت کے دعویداران نسل نو کو اپنی تخریب کا شکار بنانے میں سرگرداں ہیں، ہندوستان میں اس وقت شکیل بن حنیف کا جھوٹا دعویٰ مہدویت خاص طور پر دہلی، حیدرآباد، کرناٹک اور ممبئی کے علاقوں میں کافی تشویشناک صورت اختیار کرلیا ہے، خطرہ ہے کہ شیعہ مجتہد کا قوم کو امام مہدی کے لیے بیقرار اور بیتاب بنانا مزید گمراہی کا سبب نہ بنے، اس لئے علماء اسلام کی اس جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۳۸ کا﴾ اور راقم کے سامنے ہی پہلے تعارف کرایا، پھر شرح بخاری تقسیم کی، وہاں مولانا کے صاحبزادے مولانا شاکر فروخ ازہری اور مولانا انعام اللہ قاسمی بھی موجود تھے، اس طرح مولانا کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ نشست رہی، اور مولانا نے ناشتہ کرایا۔

ماشاءاللہ اس وقت المعہد الاسلامی اپنی عمارت اور طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ندوۂ ثانی محسوس ہورہا تھا، اللہ تعالی مولانا موصوف اور المعہد کو قبول فرمائے، اور اس کو خوب ترقیات سے نوازے اور اس کے فیض کو پورے عالم کے اندر پہنچائے، یہاں سے فراغت کے بعد مظاہر علوم میں حاضری ہوئی، عصر کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کی مجلس میں شرکت کی اور دعا کی درخواست کی، اس کے بعد رفیق درس مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی سے ملاقات ہوئی، مظاہر میں مولانا چونکہ شعبہ عربی ادب کے ذمہ دار ہیں، اس لئے ان سے کچھ ادب عربی کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی اور مغرب بعد واپسی ہوئی۔

❁❁❁❁

تجزیہ

کلمہ توحید کی حقیقت

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ آپ کے ساتھ ایک ہی کجاوے پر سوار تھے، فرمایا یا معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ وسعد یک، اللہ کے رسول میں حاضر ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا معاذ! انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول میں حاضر ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا معاذ! انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول میں حاضر ہوں (تین بار ایسا ہی ہوا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سچے دل سے شہادت دے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالی نے دوزخ کو ایسے شخص پر حرام کر دیا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے (یہ خوشخبری سن کر) عرض کیا، کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ کر دوں تا کہ وہ خوش ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (عمل کرنا چھوڑ دیں گے) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ نے آخر کار اس خوف سے کہ (حدیث چھپانے کا) گناہ نہ ہو، اپنے آخری وقت میں یہ حدیث لوگوں سے بیان کر دی۔ (بخاری شریف)

یہ کلمہ ’’لا الہ الا اللہ‘‘ اسلام کی بنیاد اور دین کی جان و روح ہے، اسی کلمہ پر اسلام و ایمان کی عمارت کھڑی ہے، جو کافر اس کلمہ کا زبان سے اقرار کر لیتا ہے اور دل سے اس کو مان لیتا ہے تو کفر کی دلدل سے نکل کر اسلام کے قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے، درحقیقت یہ کلمہ انقلاب برپا کرنیوالا، اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے، بظاہر دیکھنے میں یہ چند الفاظ ہیں لیکن بباطن توحید و رسالت کا پورا فلسفہ اور مکمل دین اس میں مضمر ہے، دنیاوی دستور و قانون کے مطابق حلف نامہ اقرار سے شروع ہوتا ہے، مگر کلمہ طیبہ کا آغاز انکار سے ہوتا ہے، اس کلمہ کا پہلا لفظ ’’لا‘‘ ہے، جس کے معنی ہیں ’’نہیں‘‘ یہ لفظ مطالبہ کرتا ہے کہ آدمی کفر و شرک کا طوق جو اپنے گلے میں ڈالے گھوم رہا ہے، اسے نکال پھینکے، دل و دماغ میں بسے ہوئے فاسد و غلط خیالات و تصورات، خواہشات اور رسومات سے اپنے آپ کو پورے طور پر آزاد کر لے یعنی یہ کلمہ باطل کی مکمل تنسیخ کرتا ہے، باطل کے کسی رشتہ کو برداشت نہیں کرتا، اور نہ ہی باطل سے کسی درجہ کا اتصال و مصالحت گوارہ کرتا ہے، اس کلمہ میں پہلے غیر اللہ کا انکار اور پھر اللہ کے معبود و مسجود و مقصود ہونے کا اقرار ہے، علم دو قسم کا ہے، ایک وہ جس کو مشاہدات و محسوسات (حواس خمسہ) کے ذریعہ حاصل کیا جائے جیسے کائنات عالم کی اشیاء کا علم، دوسرا وہ علم جو مشاہدات محسوسات سے بالاتر ہے، مثلاً اللہ تعالی کی ذات وصفات، قیامت، آخرت، فرشتوں اور قوانین شرعی کا علم، یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے اس کو انبیاء علیہم السلام وحی خداوندی کے ذریعہ بیان فرماتے ہیں۔

کلمہ توحید کے اجزاء:

اس کلمہ کے دو جز ہیں: وحدانیت و رسالت۔

وحدانیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی ’الٰہ‘ نہیں اور اسلام کا تصور ’الٰہ‘ یہ ہے کہ الٰہ صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے گا، یہ الوہیت صرف اللہ تعالی کے لئے ثابت ہے، وہی ایک ہے جو رحمٰن و رحیم ہے، احد و صمد ہے، لم یلد و لم یولد ہے، سمیع

وبصیر ہے، علیم وخبیر ہے، حی وقیوم ہے، قادر مطلق ورزاق ہے، لائق حمد وثنا ہے، مالک یوم جزاء ہے، وہی خالق ارض وسماء، وہی مالک کون ومکاں، وہی لاثانی وہی لافانی وہی حق، وہی پالنہار، وہی قاضی الحاجات، وہی مجیب الدعوات ہے، اسی کو ماننا ہے، اسی سے سرگوشیاں کرنا ہے، اسی سے مانگنا ہے، اسی پر بھروسہ کرنا ہے، اوراسی کے پاس جانا ہے، اسی کومنہ دکھانا ہے، اسی کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

توحید خالص:

توحید خالص یہ ہے کہ انسان نے جس خدا کو تسلیم کیا ہے، جس کو خدائے واحد ومعبود حقیقی مانا ہے، خالق وحاکم جانا ہے، عبادت بھی اسی خدائے واحد کی کرے، اس کا سر اسی کے آگے جھکے، اسلام کی جان وروح اس کلمہ کے اسی فلسفہ انکار واقرار میں پوشیدہ ہے، آج یہ روح اس لئے بے جان ومردہ ہے کہ ہم نہ انکار کا حق ادا کرتے ہیں نہ اقرار کا ہم خدا کے وجود کو تو مان لیتے ہیں، لیکن اس کی صفات میں دوسروں کو بھی شریک بنالیتے ہیں، شرک یہ ہے کہ انسان پتھروں اور بے جان وجاندار اشیاء کی پوجا کرے ان کو اپنا مددگار ومعاون جانے یا انسانوں کو اوتار یعنی حلول خداوندی کا باطل وبے بنیاد تصور قائم کرکے ان کی عبادت کرے اوران کو اپنے حق میں حاجت روا ومشکل کشا سمجھے یہ سراسر کھلا شرک ہے یا خدا کے ساتھ مخصوص صفات میں کسی کو شریک کرنا یا کسی کو مافوق البشر کی حیثیت دینا یا قبروں پر بقصد عبادت پیشانی ٹیکنا، اہل قبور سے حاجتیں اور مرادیں مانگنا، ان کو براہ راست خیر وشر کا وسیلہ وذریعہ سمجھنا، ان کو راضی وخوش کرنے کیلئے پھول چادر کے چڑھاوے ان کی قبروں پر چڑھانا اوران کی قبروں کا طواف کرنا، خداوندکریم کے علاوہ کسی کو موت وزندگی، روزی وشفاء کا مالک سمجھنا یہ سب شرک ہے، ارشاد ربانی ہے: ”ان اللّٰہ لایغفر ان یشرك به ویغفرمادون ذلك لمن یشاء“ بےشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے، یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے گا اللہ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا۔

مشرک پر جنت حرام:

”انه من یشرك باللّٰه فقد حرم اللّٰه علیه الجنة وماؤهٗ النار وماللظالمین من انصار“۔(سورہ مائدہ آیت ۷۲)

بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا، سوحرام کی اللہ نے اس پر جنت اوراس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کوئی نہیں گنہ گاروں کی مدد کرنے والا۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

سب سے بڑا گناہ شرک ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان تجعل للّٰه ندا وهو خلقك“ (بخاری شریف) کہ تو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، حالانکہ اسی نے تجھے پیدا فرمایا ہے۔

مشرک جھنمی ھے:

”من مات یشرك باللّٰه شیئاً دخل النار“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر مرا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

توحید خالص کی دلیل:

”لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا“۔(سورۂ انبیاء آیت ۲۲)

اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہوجاتے۔(ترجمہ حضرت شیخ الہند)

اللہ تبارک وتعالی نے اس آیت مبارکہ میں توحید کی ایسی مضبوط ترین دلیل بیان فرمائی ہے جس کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج وضرورت ہی باقی نہیں رہتی، غور کیجئے جس طرح ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتی اور ایک ملک میں دو حاکم نہیں رہ سکتے، اسی طرح اس کائنات کی کارسازی ونگرانی کے لئے دو یا زائد خدا نہیں ہوسکتے۔

اہل علم ودانش نے بھی ہمیشہ اس بات پر اتحاد واتفاق کیا ہے کہ اجتماعی نظم ونسق میں حاکمیت منقسم نہیں ہوسکتی، اسی طرح عقل سلیم ہمیشہ

سے یہ تسلیم کرتی آئی ہے کہ یہ کارخانہ قدرت صرف خدائے وحدہ لاشریک کا ممنون حکمت ہے، وہی اس میں تصرف وتبدیلی کا اختیار کلی رکھتا ہے، اس کے سوا کوئی تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

رسالت:

رسالت کی ضرورت انسان کی بنیادی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ ابدی کامیابی وکامرانی حاصل نہیں کرسکتا، اگر انبیاء علیہم السلام تشریف نہ لاتے تو ہمیں یقینی طور سے معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ اس کائنات کا خالق کون ہے، اس کی صفات کیا ہیں، ہمارا اس سے کیا رشتہ ناطہ ہے، انسانی زندگی صرف دنیوی زندگی تک محدود ہے یا یہ سلسلہ اس کے بعد بھی جاری رہتا ہے، ہم اپنے خالق کے پاس جواب دہ ہیں یا نہیں اور ہمارے ذہن میں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے کہ ہم اس معبود حقیقی کے سامنے اظہار عبودیت کیسے پیش کریں، اس کی مرضیات ونامرضیات کا علم ہم کس طرح حاصل کریں، ہمارے لئے رب العالمین کی بندگی کا مثالی نمونہ کون ہے، کس کی اتباع وپیروی کریں کہ ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہوجائے، عبادت کا سلیقہ وطریقہ کہاں سے سیکھیں، ان تمام سوالات کا جواب انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شخصیتیں ہیں، انبیاء علیہم السلام ہی کے ذریعہ ان مسائل وسوالات کا حل ملتا ہے، انبیاء علیہم السلام ہی انسانوں کے حق میں معلم مربی اور نمونہ واسوہ ہوتے ہیں، ان کے قول وفعل سے کتاب اللہ کی توضیح وتشریح ہوتی ہے اور یہ کام انسانوں کے لئے انسان ہی کرسکتے ہیں، اگر اللہ تعالی رسالت ونبوت کا کام فرشتوں یا جنات سے لیتے تو یہ انسانوں کے لئے نمونہ تقلید نہ ہوتا۔

رسالت محمدی:

فخر موجودات سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی سلسلہ انبیاء ورسل کی آخری کڑی ہیں اور ان ہی رسولوں میں سے ایک ہیں جو مبعوث کئے جاتے رہے ہیں، انبیاء کرام جن جن صفتوں سے متصف تھے وہ تمام صفات اللہ تبارک وتعالی نے آپ میں جمع فرمادیں ہیں، اسی وجہ سے آپ کو تمام نبیوں ورسولوں پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے، آپ افضل الرسل وخاتم الرسل، افضل الانبیاء خاتم الانبیاء ہیں:

حسن یوسف دم عیسٰی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ رب العزت نے دین کی ترویج وتفہیم کا کام آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرمایا، ارشاد خداوندی ہے: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً" آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یعنی جو حقائق کتب سابقہ او ر دوسرے ادیان سماویہ میں محدود و نا تمام تھیں ان کی تکمیل وتتمیم اس دین قیم سے کردی گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی دین لیکر آئے جو دیگر انبیاء علیہم السلام لیکر آئے تھے جو ابتدائے آفرینش سے تمام رسولوں کا دین تھا، اسی دین کو تمام آمیزشوں سے پاک کرکے اس کو اصلی خالص صورت میں پیش کیا، اب خدا کا حکم اس کا دین اس کا قانون وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا، آپ کی اطاعت خدا تعالی کی اطاعت ہے، آپ نافرمانی اللہ تعالی کی نافرمانی ہے، اس کلمہ طیبہ کی استدلالی ومنطقی توجیہہ یہ ہے کہ اس میں پہلے تمام خداؤں کی خدائی کا انکار ہے، پھر ایک خدائے وحدہ لاشریک کا اقرار ہے، اسی طرح تمام انبیاء ورسل کی سابقہ شریعتوں وطریقتوں کا انکار، پھر ایک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ وطریقہ کا اقرار ہے، وہ ہے اسوۂ محمدی: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" تمہارے لئے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ زندگی ہی بہترین نمونہ ہے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا خدا تعالی پر ایمان لانا ضروری ہے، اس لئے اس کلمہ توحید میں خدا تعالی کی وحدانیت ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو بھی شامل کردیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: "اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول" اللہ تعالی کی

اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو" وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا"۔(سورۂ حشر آیت ۷) اور جو دے تم کو رسول سو لے لو، اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔

حدیث نبوی ہے:"ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ" میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم لوگ انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک اللہ تعالی کی کتاب دوسرے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، درحقیقت قرآن اور حدیث ایک ہی ہیں، فرق صرف وحی متلو اور وحی غیر متلو کا ہے۔

فرمان خداوندی ہے:"وماینطق عن الھوی ان ھو الاّ وحی یوحیٰ" اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

یعنی کوئی کام تو کیا ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو، بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، اس میں وحی متلو کو قرآن اور غیر متلو کو حدیث کہا جاتا ہے۔

فضائل کلمہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ"لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔(مشکوۃ شریف)

کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہی کلمہ ہے اس لئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا، یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جز لئے ہوئے ہے، ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار، اس لئے دو ہوگئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے، احادیث مبارکہ میں جہاں بھی"لا الہ الا اللہ" کی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، اس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن حق تعالی شانہ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے"لا الہ الا اللہ" کہا ہو، اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور ہر اس شخص کو نکال لو جس نے"لا الہ الا اللہ" کہا ہو، یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو، یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہو۔(اخرجہ الحاکم)

اس پاک کلمہ میں حق تعالی شانہ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں، اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی عمر کفر وشرک میں گزری ہو، ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے، اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں، اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسی علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں، ارشاد خداوندی ہوا کہ"لا الہ الا اللہ" کہا کرو، عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے، ارشاد ہوا کہ"لا الہ الا اللہ" کہا کرو، عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھے ہی عطا ہو، ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں، اور دوسری طرف"لا الہ الا اللہ" رکھ دیا جائے، تو"لا الہ الا اللہ" والا پلڑا جھک جائے گا۔(نسائی شریف)

دوزخ کی آگ سے نجات کا عمل:

شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ"لا الہ الا اللہ" پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے، میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا، ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے، جنت و دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے، مجھے اس کی صحت میں کچھ تردد تھا، ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے، اس کی حالت مجھے نظر آئی،

قرطبی کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا، مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں، جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا، چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لئے پڑھے تھے، اس کی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہ تھی، مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی، قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے، ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا، دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

لاالہ الااللہ پڑھنے سے ستون کا ھلنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا، وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ توحید پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

ایمان پر غلبہ کا وعدہ:

اگر کلمہ توحید کی روح ومنشاء کے مطابق ہم تمام افعال شرکیہ واعمال باطلہ کا انکار کردیں اور توحید ورسالت کے اقرار کا حق ادا کردیں تو دین ودنیا کی سرخروئی وکامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

فرمان خداوندی ہے:"ولاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین"۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۲۹)

اور سست نہ ہو اور غم نہ کھاؤ اور تم ہی غالب رہوگے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

یہ آیت جنگ احد کے بارے میں نازل ہوئی جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہورہے تھے، ان کے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مثلہ کی ہوئی پڑی تھیں، پیغمبر علیہ السلام کو بھی اشقیانے مجروح کردیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آرہے تھے اس ہجوم شدائد ویاس میں خداوندقدوس کی آواز سنائی دی: "وَلَاتَهِنُوا وَلَاتَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" دیکھنا سختیوں سے گھبرا کر دشمنان خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے، پیش آمدہ حوادث ومصائب پر غمگین ہوکر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں، یادرکھو! آج بھی تم ہی معزز وسربلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھارہے ہو اور جانیں دے رہے ہو، اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے، انجام کار تم ہی غالب ہوکر رہوگے، بشرطیکہ ایمان وایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالی کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ، اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا، اور پژمردہ جسموں میں تازہ حیات پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آچکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لاسکے اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے، کلمہ طیبہ کے پڑھنے وماننے والو! مقامات عالیہ پر وہی لوگ فائز کئے جاتے ہیں جو خدا کے راستہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

❁❁❁❁❁

Faile\Album DU\Tif Files\A002.TIF not found.

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: تاریخ الاخوان المسلمین

تالیف: انجینئر مصطفیٰ محمد طحان

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

صفحات: ۴۷۲ قیمت: ۳۰۰/روپئے

ناشر: معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل (کرناٹک)

پیش نظر کتاب ''تاریخ الاخوان المسلمین'' انجینئر مصطفیٰ محمد طحان جنرل سکریٹری اتحاد المنظمات الطلابیہ کے گہر بار قلم سے ایک تاریخی شاہکار اور انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں تحریک اخوان المسلمین کی تاسیس ۱۹۲۸ء سے لیکر ۲۰۰۵ء تک کی پوری تاریخ قلم بند کی گئی ہے، یہ ایک لمبی تاریخ ہے جس میں بہت سے نشیب وفراز ہیں، یہ اللہ والوں کی تحریک ہے، اس کے متبعین اکثر وبیشتر آزمائش کے شکار رہے ہیں، اور ہیں، مگر یہ آزمائشیں اہل دنیا کی طرف سے ہیں اور اللہ سے تعلق رکھنے والوں کیلئے ہے، اس لئے ان آزمائشوں میں جس نے دلچسپی لی یا جوان آزمائشوں میں پڑا، دنیا تو اس کی جیسے بھی رہی ہو مگر آخرت میں وہ ''فزت برب الکعبہ'' کے بلند و بالا نعرہ کے ساتھ کامیاب ہوا، اور جنت اس کے لئے سجادی گئی۔

مصنف کتاب اس تحریک سے پچاس سال سے زیادہ وابستہ رہے ہیں، اس لئے وہ اس تحریک کی الف سے یا تک تمام خوبیوں اور باتوں سے واقف ہیں اور صحیح معنوں میں اس کی تاریخ لکھنے کے مستحق تھے، اس لئے انہوں نے اس مبارک عنوان پر قلم اٹھایا، اور ایک ضخیم کتاب لکھ ڈالی، اور دس ابواب پر پوری کتاب کے مضامین کو تقسیم کیا ہے، مثلاً:

تحریک اخوان کے قیام کے وقت مصر کے حالات، امام حسن البناء، پہلا مرحلہ، دوسرا مرحلہ (۱۹۴۹-۱۹۵۴)، تیسرا مرحلہ بڑی آزمائش کے بعد والا مرحلہ، تیسرے مرشد عام عمر تلمسانی، محمد حامد ابوالنصر، پانچویں مرشد عام مصطفیٰ مشہور، چھٹے مرشد عام محمد مامون ہضیبی، ساتویں مرشد عام محمد مہدی عاکف۔

ان عناوین سے کتاب کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، کتاب چونکہ عربی زبان میں تھی، اس لئے اس کو اردو کا جامہ ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی نے پہنایا جنہوں نے ترجمہ کا حق ادا کردیا، اور اس کی اشاعت مولانا ناصر اکرمی نے اپنے تصنیفی ادارے معہد الامام حسن البناء شہید بھٹکل سے کی، کتاب واقعی پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اہل علم، طلبہ اور تاریخی ذوق رکھنے والوں اور تحریکی مزاج رکھنے والوں کے لئے خاصے کی چیز ہے، امید ہے کہ قارئین فائدہ اٹھائیں گے۔

نام کتاب: رہنمائے طلبہ

تالیف: انجینئر مصطفیٰ محمد طحان

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

صفحات: ۴۰۰/ قیمت: ۲۲۰/روپئے

ناشر: معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل (کرناٹک)

پیش نظر کتاب کویت کے ایک زبردست داعی انجینئر مصطفیٰ محمد طحان کی طلبہ مدارس وکالجز ویونیورسٹیز کے لئے ایک رہنما کتاب ہے، اس میں انہوں نے پندرہ فصلوں میں اپنی کتاب کے مضامین کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اور طلبہ کی زندگی کے مختلف مراحل کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کرکے پیش کردیا ہے، جس میں واقعی ایک صحیح طالب علم کے زندگی گزارنے کے لئے رہنما اصول بلکہ پورا ایک دستور العمل ہے۔

جس میں طلبہ کی زندگی کے مختلف مراحل، تحریک، سیمینار، محاضرات، دورے، کیمپ، نمائش، مقابلے، نشریات، معاشرتی خدمات، ڈرامے، مظاہرے، انجمن، اسکولس، رہائشی علاقے، تدریسی عملہ، تربیتی پہلو، خصوصیات، افکار ونظریات، سیاسی تربیت، تحقیقات ومقالات، انتظامی اصول ومبادیات، مستقبل کی ترقی، تربیتی سرگرمیاں، ذرائع ابلاغ، مساجد ومدارس وغیرہ جیسے کلیدی مضامین شامل ہیں، بلکہ طالب علم کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، جس سے یہ کتاب ایک رہنما اور گائڈ کی حیثیت رکھتی ہے، طلبہ ہی نہیں اساتذہ کے لئے بھی خاصے کی چیز ہے، یہ کتاب بھی دراصل عربی زبان میں تھی، اس کو بھی ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی نے سلیس اردو میں منتقل کیا ہے، اور اس کی اشاعت مولانا ناصر اکرمی نے اپنے تحقیقی وتصنیفی ادارے معہد امام حسن البناء شہید بھٹکل سے کی ہے، امید ہے کہ قارئین حضرات خاص طور سے مدارس وکالج ویونیورسٹیز کے طلبہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے اور اپنی زندگی میں اس کتاب کو مشعل راہ بنائیں گے۔

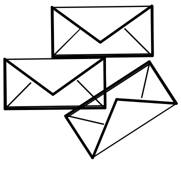

مراسلات

Markazulhyailfikrillslami,Muzaffarabad,Saharanpur(u.p)

مکرم و معظم حضرت مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف!

''شرح صحیح مسلم''، پر آپ کے تحریر فرمودہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے دو صفحات پر مشتمل جامع، مکمل، مدلل اور ہر لحاظ سے نافع، حوصلہ افزاء اور علم پرور تبصرہ وتعارف موصول ہوا، جو ایک وقیع مقالہ کی شکل میں چھپ رہا ہے، اس قدر علم پروری، اور اردو کے حوالے سے عجمیوں (پٹھانوں) کی حوصلہ افزائی وتشجیع اور کمال تحسین وانگیخت پر بے حد ممنون اور شکرگزار ہوں، آپ نے جس عظیم پیرایہ میں میری طالب علمانہ کاوش کو اہمیت دی اور اس کی افادیت سے امت کو آگاہ فرمایا ہے بس وہ تو آپ ہی کا خاصہ ہے، علمی برداری، مدیران جرائد، مبصرین اور اہل قلم میں یہ وسعت ظرف، اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہیں: ؎

تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

آپ کی وقیع تحریر اور شاندار مقالہ ''ماہنامہ القاسم'' کے صفحات کی زینت بن رہا ہے اور انشاء اللہ خصوصی اشاعت ''شرح صحیح مسلم نمبر'' میں بھی شریک ہوگا، بلکہ میں تو اسے خصوصی اشاعت کی جان قرار دیتا ہوں، واجرکم علی اللہ۔

۲۷ر ربیع الثانی م ۱۴۳۵ھ — والسلام

مطابق ۲۸ر فروری ۲۰۱۴ء — عبدالقیوم حقانی

جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ

محترمی ومکرمی جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی قرین عافیت ہوں گے۔

راقم السطور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا ایک مدت سے مستقل قاری ہے، اور اس سے مسلسل مستفید ہو رہا ہے، ماشاء اللہ اس ماہنامے نے قلیل مدت میں اپنی اچھی شناخت بنائی ہے، اللہ تعالیٰ آئندہ بھی خوب سے خوب تر کی تلاش میں اسے محو سفر رکھے، اور آپ کی ادارت میں اسے مزید عروج بخشے، آمین۔

سردست ایک مضمون اپنے مرشد ومربی اور شفیق وکریم استاد مرحوم حضرت مولانا عبداللہ حسنی ندوی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات وارشادات پر مشتمل آپ کے ماہنامے میں اشاعت کے لئے ارسال کر رہا ہوں، امید ہے کہ اشاعت فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں گے، اور دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

والسلام مع الاکرام

۲۹ر ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — محمد خالد ضیاء صدیقی ندوی

جامعہ فیضان القرآن احمد، گجرات

محترمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے آپ کے خیالات کو پڑھا، بلاشبہ آپ نے تمام حق پسندوں کے جذبات کی عکاسی ہے۔

کاش! آج کے مسلمان ہوش کے ناخن لیں، اور اپنی کاوشوں سے ایسے ذرائع اور وسائل پیدا کریں، کیا یہ ممکن نہیں کہ ذرائع ابلاغ میں مسلمانوں کی بھی حصہ داری ہو، یقیناً ایسا ممکن ہے۔

والسلام

شاہین احمد صدیقی

ٹیکونہ پارک، جامعہ نگر، نئی دہلی

اقوال زریں

۱- ضرورت مند کی جائز حاجت پورا کرنا ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (امام حسنؓ)

۲- ایسے کام کرنے سے پرہیز کرو جن پر عذرخواہی کی نوبت پہنچے۔ (یوسف اسباطؒ)

۳- جو آدمی دعائیں نہ مانگے وہ بدقسمت ہے اور اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ (بختیار کاکیؒ)

۴- مرد وہ ہے جس کا کردار اس کی گفتگو کے مطابق ہو۔ (سری سقطیؒ)

۵- اگر دشمن پر قدرت ہو جائے تو اس قدرت کا شکر اس طرح ادا کرو کہ دشمن کو معاف کر دو۔ (حضرت علیؓ)

۶- مصیبت یا خوشی کے وقت ناحق بات سے بچو اور حق بات پر ڈٹے رہو۔ (حسن بصریؒ)

پیشکش: حافظ عبدالستار عزیزی

حافظ عبدالستار عزیزی

حالات حاضرہ

عالمی خبریں World News

مصر میں مساجد کی سخت نگرانی

دبئی-مصر کی حکومت نے ملک بھر کی مساجد کی سخت نگرانی شروع کی ہے، اس اقدام کا مقصد کالعدم دینی سیاسی جماعت اخوان المسلمین کو مساجد کے ذریعے حکومت کے خلاف پرتشدد کارروائیوں اور پیش آئندہ صدارتی انتخاب کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے سے روکنا ہے۔

ذرائع کے مطابق مصری کابینہ کے اجلاس کے بعد جاری کردہ ایک بیان میں بتایا گیا ہے کہ حکومت نے مکمل چھان بین کے بعد جامعہ الازہر کے غیر جانبدار ۱۷/ہزار مبغلین اور فضلا کو جامع مساجد میں خطبہ جمعہ کی اجازت دی ہے تاکہ مساجد اور منبر ومحراب کو تشدد پراکسانے کے لیے استعمال سے روکا جاسکے، رپورٹ کے مطابق وزارت داخلہ نے پہلے ہی ملک بھر کی مساجد کی سخت نگرانی شروع کردی تھی، نئی مانیٹرنگ پالیسی کے تحت اس امر کو یقینی بنایا جارہا ہے کہ مساجد، عبادت گاہوں اور منبر ومحراب کو سیاسی اور گروہی مقاصد کے لئے استعمال روکا جاسکے۔

مرکز میں مولانا سید بلال حسنی کی تشریف آوری

۱۸/فروری ۲۰۱۴ء مطابق ۱۷/ربیع الثانی بروز منگل کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی کے ذمہ دار اور پیام انسانیت کے روح رواں حضرت مولانا سید بلال حسنی ندوی ایک وفد کے ساتھ تشریف لائے، انہوں نے مرکز کا معائنہ کیا، اس کے بعد جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا، اور مرکز کے روح رواں کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالی آپ سے خوب کام لے اور مغرب سے قبل تشریف لے گئے۔

ممبئی سے ایک وفد کی آمد

۱۹/اپریل ۲۰۱۴ء مطابق ۱۸/جمادی الثانیہ بروز سنیچر مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں ممبئی سے مولانا رشید احمد صاحب ندوی اور ڈاکٹر خالد صاحب تشریف لائے، مولانا رشید احمد ندوی حضرت صوفی عبدالرحمٰن صاحب خلیفہ (حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے صاحبزادے ہیں، مرکز کے تحت چلنے والے دونوں اداروں کو انہوں نے دیکھا اور یہاں کے نظم انتظام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور بہت دعائیں دی کہ اللہ تعالی ہر کام میں آسانی فرمائے۔

اسلامک سینٹر کی عمارت تکمیل کے مرحلہ میں

۲۵/ستمبر ۲۰۱۲ء کو مرکز احیاء الفکر الاسلامی میں ''اسلامک سینٹر'' کے نام سے ایک نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا، جس کی تعمیر کام مکمل ہوگیا، رنگ وروغن کا کام ہورہا ہے، جو آخری مرحلہ میں ہے، جس پر تقریبا ۳۵/لاکھ روپئے کا خرچ آ گیا ہے، جس سے مرکز کے ذمہ قرض ہوگیا ہے، اس لئے مخیّرین حضرات سے گزارش ہے کہ اس مد میں خاص طور سے توجہ فرمائیں۔

وفیات

۲۶/جنوری ۲۰۱۴ء بروز اتوار کو حضرت مولانا واجد حسین صاحب دیوبندی کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات کے شیخ الحدیث تھے، ان کا شمار شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے ممتاز شاگردوں میں ہوتا تھا، اللہ تعالی ان کو جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

۱۴/فروری ۲۰۱۴ء بروز بروز جمعہ تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند کے کارگزار صدر مولانا فرید الزماں کیرانوی کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا اللہ راجعون

اللہ تعالی ان کو کروٹ کروٹ جنت میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز منگل تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا دہلی کے رام منوہر لوہیا ہسپتال میں انتقال ہوگیا، انا للہ وانا اللہ راجعون۔

مولانا مرحوم مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے اکلوتے بیٹے تھے، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۱۷/اپریل ۲۰۱۴ء کو جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری خیریہ کویت کے رئیس مجلس الادارہ شیخ نادر عبدالعزیز النوری کا انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ بڑے عالم اور داعی تھے، اور پوری دنیا میں خیر کا کام کرتے تھے، ہندوستان کے علماء اور مدارس اسلامیہ کے سلسلہ میں بہت ہی خیر خواہ تھے، اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے۔